حضرت خلیفۃ المسیح (متعنا اللہ بطول حیاتہٖ) کی صحت

حضرت خلیفۃ المسیح جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے تبدیل آب وہوا کے لئے طبی مشورہ کے موافق بمبئی تشریف لیگئے ہیں اور باندراہل پر ایک کوٹھی میں فروکش ہیں خطوط کا پتہ اس قدر کافی ہے +

حضرت خلیفۃ المسیح باندراہل مکان نمبر ۹۳ بنگلہ سون جی ناتھ بھائی (باندراہل بمبئی)

(۲) الحمد للہ آپ کی صحت نمایاں ترقی کر رہی ہے جو خبریں وہاں سے آتی ہیں وہ روزانہ ایک بورڈ پر چسپاں کرکے لگا دی جاتی ہیں تاکہ احباب پڑھ سکیں۔ اسوقت تک جو خبریں آئی ہیں وہ ترتیب وار درج ہیں +

(۳) ۸ مئی ۱۹۱۸ء (دہلی)، ۷ مئی کو لاہور سے روانہ ہو کر ۸ مئی کی صبح کو دہلی پہنچے رستہ میں احباب کو ملاقات کا موقعہ دینے کے باعث سو نہ سکے اسلئے نزلہ کی شکایت ہوگئی مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے طبیعت اچھی رہی دہلی میں کارونیشن ہوٹل کی سہ منزلہ چھت پر خود چڑھ سکے اور غسل بھی فرمایا +

(۴) ۱۰ مئی بذریعہ تار مع الخیر بمبئی پہنچگئے حضرت کی طبیعت اچھی رہی حضور نے جماعت بمبئی کے ساتھ نماز جمعہ پڑھی +

(۵) ۱۰ مئی بذریعہ خط دہلی سے ۹ مئی کو بی بی اینڈ سی آئی ریلوے میل سے روانہ ہو کر حضرت خیریت کے ساتھ ۱۰ مئی کو بمبئی پہنچے سفر میں خدا کے فضل و کرم سے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ آج پھر حضور نے غسل فرمایا مگر اس لگاتار غسل سے کسی قدر ضعف بڑھ گیا تھا لیکن نماز جمعہ حضرت نے جماعت کے ساتھ پڑھی بمبئی سے بارہ میل کے فاصلہ پر سمندر کے کنارہ پر ایک کوٹھی ۱۳۰ روپیہ ماہوار پر لی گئی ہے اسوقت وہاں جانے کی تیاری ہو رہی ہے امید کہ انشاء اللہ رات وہاں گذاریں گے +

۱۰ مئی ۱۹۱۸ء شام کو حضرت بمبئی سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر باندرا تشریف لیگئے +

(۵) ۱۱ مئی ۱۹۱۸ء حضرت کو غسل کرنے کے بعد جو قدرے ضعف ہوگیا تھا وہ بہت ہی جلد دور ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طبیعت پھر تمام دن اور رات صاف رہی۔ آج صبح کے وقت قریباً ½ ۱ میل پیدل سیر کی (

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی پروپرائٹر و پبلشر شائع ہوا +

ہوتے تھے۔ اسیطرح ساتھ ساتھ خرچ بھی ہوتے جاتے تھے یعنی ہر وقت تبرک مانگنے والے طلب کرتے رہتے تھے بعض دفعہ تو نوبت پہنچ جاتی کہ آپ ایک کپڑا بطور تبرک کے عطا فرماتے تو دوسرا نہ ہوتا کہ اسی وقت پہننا پڑتا۔ اور بعض سمجھدار اس طرح بھی کرتے تھے کہ مثلاً ایک کپڑا اپنا بھیج دیا اور ساتھ عرض کر دیا کہ حضور ایک اپنا اترا ہوا تبرک مرحمت فرماویں +

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب آپکے لباس کی ساخت سنئے۔ عموماً یہ کپڑے آپ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ کرتہ یا قمیص پاجامہ صدری۔ کوٹ۔ عمامہ۔ اس کے علاوہ رومال بھی ضرور رکھتے تھے اور جاڑوں میں جرابیں۔ آپ کے سب کپڑوں میں خصوصیت یہ تھی کہ وہ بہت کھلے کھلے ہوتے تھے اور اگرچہ شیخ صاحب مذکور کے اور وہ کوٹ انگریزی طرز کے ہوتے مگر وہ بھی بہت کشادہ اور لمبے یعنی گھٹنوں سے نیچے ہوتے تھے اور جبے اور چوغہ بھی جو آپ پہنتے تھے تو وہ بھی ایسے لمبے کہ بعض تو ان میں سے ٹخنے تک پہنچتے تھے۔ اسی طرح کرتے اور صدریاں بھی کشادہ ہوتی تھیں +

بنیان آپ کبھی نہ پہنتے تھے بلکہ اس کی تنگی سے گھبراتے تھے گرم قمیص جو پہنتے تھے انکا اکثر اوپر کا بٹن کھلا رکھتے تھے اسیطرح صدری اور کوٹ کا اور قمیص کے کفوں میں اگر بٹن ہوں تو وہ بھی ہمیشہ کھلے رہتے تھے آپکا طرز عمل ”ما انا من المتکلفین“ کے ماتحت تھا کہ کسی مصنوعی جکڑ بندی میں جو شرعاً غیر ضروری ہو پابند رہنا آپ کے مزاج کے خلاف تھا اور نہ آپ کو کبھی پروا تھی نہ لباس عمدہ ہو یا برش کیا ہوا ہے یا بٹن سب درست لگے ہوئے ہیں یا نہیں صرف لباس کی اصل غرض مطلوب تھی۔ بارہا دیکھا گیا کہ بٹن اپنا کاج چھوڑ کر دوسرے ہی میں لگے ہوئے بلکہ صدری کے بٹن کوٹ کے کاجوں میں لگے ہوئے دیکھے گئے۔ آپ کی توجہ ہمہ تن اپنے مشن کی طرف تھی اور اصلاح امتہ میں اتنے محو تھے کہ اصلاح لباس کی طرف توجہ نہ تھی۔ آپ کا لباس آخر عمر میں چند سال سے بالکل گرم وضع کا ہی رہتا تھا یعنی کوٹ اور صدری اور پاجامہ گرمیوں میں بھی گرم رکھتے تھے۔ اور یہ علالت طبع کی وجہ سے تھا۔ سردی آپ کو موافق نہ تھی۔ اسلئے اکثر گرم کپڑے رکھا کرتے تھے البتہ گرمیوں میں نیچے کرتہ ململ کا رہتا تھا بجائے گرم کرتے کے۔

پاجامہ آپکا معروف شرعی وضع کا ہوتا تھا (پہلے غرارہ یعنی ڈھیلا مردانہ پاجامہ بھی پہنا کرتے تھے۔ مگر آخر عمر میں ترک کر دیا تھا) مگر گھر میں کبھی کبھی گرمیوں میں ڈنگوا اور عادتاً رات کے وقت تہ بند باندھ کر خواب فرمایا کرتے تھے +

صدری گھر میں اکثر پہنے رہتے مگر کوٹ عموماً باہر جاتے وقت ہی پہنتے۔ اور سردی کی زیادتی کے دنوں میں اوپر تلے دو دو کوٹ بھی پہنا کرتے۔ بلکہ بعض اوقات پوستین بھی +

صدری کی جیب میں یا بعض اوقات کوٹ کی جیب میں آپکا رومال ہوتا تھا۔ آپ ہمیشہ بڑا رومال رکھتے تھے۔ نہ کہ چھوٹا۔ جنٹلمینی رومال جو آجکل کا بہت مروج ہے اسی کے کونوں میں آپ مشک اور ایسی ہی ضروری ادویہ جو آپ کے استعمال میں رہتی تھیں اور ضروری خطوط وغیرہ باندھ رکھتے تھے۔ اور اسی رومال میں نقد وغیرہ جو نذر لوگ مسجد میں پیش کر دیتے تھے باندھ لیا کرتے +

گھڑی بھی آپ ضرور اپنے پاس رکھا کرتے مگر اس کی کنجی دینے میں چونکہ اکثر ناغہ ہو جاتا اس لئے وقت غلط ہی ہوتا تھا اور چونکہ گھڑی جیب میں سے اکثر نکل پڑتی اس لئے آپ اسے بھی رومال میں باندھ لیا کرتے۔ گھڑی کو ضرورت کے لئے رکھتے نہ زیبائش کے لئے۔ آپ کو دیکھکر کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس شخص کی زندگی یا لباس میں کسی قسم کا بھی تصنع ہے یا یہ زیب و زینت دنیوی کا دلدادہ ہے۔ ہاں البتہ والرجز فاھجر کے ماتحت آپ صاف اور ستھری چیز

ہمیشہ پسند فرماتے اور گندی اور میلی چیز سے سخت نفرت رکھتے یہاں تک کہ صفائی کا اس قدر اہتمام تھا کہ بعض اوقات آدمی موجود نہ ہو تو بیت الخلا میں خود فینایل ڈالتے تھے +

عمامہ شریف آپ ململ کا باندھا کرتے تھے۔ اور اکثر اگز یا کچھا ویر لمبا ہوتا تھا۔ شملہ آپ لمبا چھوڑتے تھے اور سرین کے نیچے تک لمبا لٹکتا رہتا۔ کبھی کبھی شملہ کو آگے ڈال لیا کرتے اور کبھی اس کا پلہ دہن مبارک پر بھی رکھ لیتے جبکہ مجلس میں خاموشی ہوتی عمامہ کے باندھنے کی خاص وضع تھی۔ نوک تو ضرور سامنے ہوتی مگر سر پر ڈھیلا ڈھالا لپٹا ہوا ہوتا تھا۔ عمامہ کے نیچے اکثر رومی ٹوپی رکھتے تھے اور گھر میں عمامہ اُتار کر صرف یہ ٹوپی پہنے رہا کرتے۔ مگر نرم قسم کی دوہری جو سخت قسم کی نہ ہوتی +

جرابیں آپ سردیوں میں استعمال فرماتے اور ان پر مسح فرماتے بعض اوقات زیادہ سردی میں دو دو جرابیں اوپر تلے چڑھا لیتے مگر بارہا جراب اس طرح پہن لیتے کہ وہ پیر پر ٹھیک نہ چڑھتی کبھی تو آگے سرا لٹکتا رہتا اور کبھی جراب کی ایڑی کی جگہ پیر کی پشت پر آجاتی کبھی ایک جراب سیدھی دوسری اُلٹی۔ اگر جراب کہیں سے کچھ پھٹ جاتی تو بھی مسح جائز رکھتے بلکہ فرماتے تھے کہ رسول صلعم کے اصحاب ایسے موزوں پر مسح کیا کرتے تھے جس میں سے اُنکی انگلیوں کے پوٹے باہر نکلے رہا کرتے +

جوتی آپکی دیسی ہوتی خواہ دیسی ہوتی۔ خواہ کسی وضع کی ہو۔ پنجواری۔ لاہوری۔ لدھیانوی سلیم شاہی۔ ہر وضع کی پہن لیتے مگر ایسی جو کھلی کھلی ہو۔ انگریزی بوٹ کبھی نہیں پہنا۔ گرگابی حضرت صاحب کو پہنے میں نے نہیں دیکھا + (ایڈیٹر پہنی ہی)

حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ البتہ پہنا کرتے تھے۔ جوتی اگر تنگ ہوتی تو اس کی ایڑی بٹھا لیتے۔ لباس کے ساتھ ایک چیز کا اور بھی ذکر کر دیتا ہوں وہ یہ کہ آپ عصا ضرور رکھتے تھے۔ گھر میں یا جب مسجد مبارک میں روزانہ نماز کو جانا ہوتا تب تو نہیں مگر مسجد اقصیٰ کو جاتے کے وقت یا جب باہر سیر وغیرہ کے لئے تشریف لاتے تو ضرور ہاتھ میں ہوا کرتا تھا۔ اور موٹی اور مضبوط لکڑی کو پسند فرماتے مگر کبھی اس پر سہارا یا بوجھ دیکر نہ چلتے تھے جیسے اکثر ضعیف العمر آدمیوں کی عادت ہوتی ہے +

موسم سرما میں ایک دُھسہ لیکر آپ مسجد میں نماز کے لئے تشریف لایا کرتے تھے جو اکثر آپ کے کندھے پر پڑا ہوا ہوتا تھا اور اسے اپنے آگے ڈال لیا کرتے تھے۔ جب تشریف رکھتے تو پھر پیروں پر ڈال لیتے +

کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کوٹ۔ صدری۔ ٹوپی۔ عمامہ۔ اُتار کر رات کو تکیہ کے نیچے ہی رکھ لیتے۔ اور رات بھر تمام کپڑے جنہیں محتاط لوگ شکن اور میل سے بچانے کو الگ جگہ کھونٹی پر ٹانگ دیتے ہیں وہ بستر پر سر اور جسم کے نیچے ملے جاتے اور صبح کو انکی ایسی حالت ہوجاتی کہ اگر کوئی فیشن کا دلدادہ اور سلوٹ کا دشمن اُنکو دیکھ لے تو سر پیٹ لے +

موسم گرما میں دنکو بھی اور رات کو تو اکثر آپ کپڑے اُتار دیتے اور صرف چادر یا لنگی باندھ لیتے۔ گرمی دانے بعض دفعہ بہت نکل آتے تو اس کی خاطر بھی کُرتہ اتار دیا کرتے۔ تہ بند اکثر نصف ساق تک ہوتا تھا اور گھٹنوں سے اوپر ایسی حالتوں میں مجھے یاد نہیں کہ آپ برہنہ ہوئے ہوں +

آپ کے پاس کچھ کنجیاں بھی رہتی تھیں۔ یہ یا تو رومال میں یا اکثر ازاربند میں باندھکر رکھتے۔ روئی دار کوٹ پہننا آپکی عادت میں داخل نہ تھا۔ نہ ایسی رضائی اوڑھکر باہر تشریف لاتے بلکہ چادر پشمینہ کی یا دُھسہ رکھا کرتے تھے اور وہ بھی سر پر کبھی نہیں اوڑھتے تھے بلکہ کندھوں اور گردن تک رہتی تھی۔ گلوبند اور دستانوں کی آپ کو عادت نہ تھی۔ بستر ایسا ہوتا تھا۔

ایک لحاف جس میں ۵-۶ سیر روئی کم از کم ہوتی تھی۔ اور اچھا لمبا چوڑا ہوتا تھا۔ چادر بستر کے اوپر اور تکیہ۔ اور توشک۔ توشک آپ گرمی جاڑے دونوں موسموں میں بسبب سردی کی ناموافقت کے بچھواتے تھے +

تحریر وغیرہ کا سب کام پلنگ پر ہی اکثر فرمایا کرتے اور دوات قلم بستہ اور کتابیں یہ سب چیزیں پلنگ پر موجود رہا کرتی تھیں کیونکہ یہی جگہ میز کرسی اور لائبریری سب کا کام دیتی تھی اور وما انا من المتکلفین کا عملی نظارہ خوب واضح طور نظر آتا تھا ۔

ایک بات کا ذکر کرنا میں بھول گیا وہ یہ کہ آپ امیروں کی طرح ہر روز کپڑے نہ بدلا کرتے تھے۔ بلکہ جب انکی صفائی میں فرق آجاتا۔ تب بدلتے تھے ۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک، حالات محبین کے لئے یاد حبیب کا کام دینگے - - - - - - -

ہاں یہ باتیں گو کچھ لوگوں کو اس وقت فضول معلوم ہوں۔ مگر آئندہ نسلیں اس زمانہ کی ہر بات اور ہر معلومات کو قدر کی نظر سے دیکھیں گی پیٹ بھرے پر کھانے کا ذکر شاید اچھا نہ معلوم ہو مگر جب بھوکے آئینگے تب انکو دعوت کا سا لطف معلوم ہوگا ۔

خوراک

مقدار قرآن شریف میں کفار کے لئے وارد ہے یاکلون کما تاکل الانعام اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ کافر سات انتڑی میں کھاتا اور مومن ایک میں۔ مراد ان باتوں سے یہ ہے کہ مومن طیب چیز کھانے والا اور دنیا دار یا کافر کی نسبت بہت کم خور ہوتا ہے جب مومن کا یہ حال ہو تو پھر انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کا تو کیا کہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر بھی ایک سالن ہوتا تھا بلکہ ستو یا صرف کھجور یا دودھ کا ایک پیالہ ہی ایک غذا ہوا کرتی تھی اسی سنت پر ہمارے حضرت اقدس علیہ السلام بھی بہت کم خور تھے اور بمقابلہ اس کام و محنت کے جسمیں حضور دن رات لگے رہتے تھے اکثر حضور کی غذا دیکھی جاتی تو بعض اوقات حیرانی سے بے اختیار لوگ یہہ کہہ اٹھتے تھے کہ اتنی خوراک پر یہ شخص زندہ کیونکر رہ سکتا ہے۔ خواہ کھانا کیسا ہی عمدہ اور لذیذ ہو اور کیسی ہی بھوک ہو آپ کبھی حلق تک ٹھونس کر نہیں کھاتے تھے عام طور پر دن میں دو وقت مگر بعض اوقات جب طبیعت خراب ہوتی تو دن بھر میں ایک ہی دفعہ کھانا نوش فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ اس کے چائے وغیرہ کی ایک پیالی صبح کو بطور ناشتہ بھی پی لیا کرتے تھے۔ مگر جہاں تک میں نے غور کیا آپ کو لذیذ مزیدار کھانے کھانے کا ہرگز شوق نہ تھا۔ اور ثبوت اس بات کا یہ ہے کہ آپ سالن بہت ہی کم کھاتے تھے ۔

اوقات معمولاً آپ صبح کا کھانا ۱۰ بجے سے ظہر کی اذان تک اور شام کا نماز مغرب کے بعد سے سونے کے وقت تک کھا لیا کرتے تھے۔ کبھی شاذ و نادر ایسا بھی ہوتا تھا کہ دن کا کھانا آپ نے بعد ظہر کھایا ہو شام کا کھانا مغرب سے پہلے کھانے کی عادت نہ تھی۔ مگر کبھی کبھی کھا لیا کرتے تھے مگر معمول دو طرح کا تھا جن دنوں میں آپ بعد مغرب عشا تک باہر تشریف رکھا کرتے تھے اور کھانا گھر میں کھاتے تھے ان دنوں میں یہ وقت عشا کے بعد ہوا کرتا تھا ورنہ مغرب اور عشاء کے درمیان ۔

مدتوں آپ باہر مہمانوں کے ہمراہ کھانا کھایا کرتے تھے اور یہ دسترخوان گول کمرہ یا مسجد مبارک میں بچھا کرتا تھا اور خاص مہمان آپ کے ہمراہ دسترخوان پر بیٹھا کرتے تھے۔ یہ عام طور پر وہ لوگ ہوا کرتے تھے جنکو حضرت صاحب نامزد کر دیا کرتے تھے ایسے دسترخوان پر تعداد کھانے والوں کی دس سے بیس پچیس تک ہو جایا کرتی تھی ۔ ڈیڑھ بعض اوقات بہت زیادہ ہوتے تھے اور عام گھر میں جب کھانا نوش جان فرماتے تھے تو آپ کبھی تنہا۔ مگر اکثر ام المومنین اور کسی ایک یا سب بچوں کو ساتھ لے کر تناول فرمایا کرتے تھے۔ یہ عاجز کبھی قادیان میں ہوتا تو اس کو شرف اس دسترخوان پر بیٹھنے کا مل جایا کرتا تھا ۔

سحری آپ ہمیشہ گھر میں ہی تناول فرماتے تھے اور ایک دو

موجودہ آدمیوں کے ساتھ۔ یا تنہا۔ سوائے گھر کے باہر جب کبھی آپ کھانا کھاتے تو آپ کسی کے ساتھ نہ کھاتے تھے۔ یہ آپکا حکم نہ تھا مگر خدام آپ کو عزت کی وجہ سے ہمیشہ الگ ہی برتن میں کھانا پیش کیا کرتے تھے۔ اگرچہ اور مہمان بھی سوائے کسی خاص وقت کے الگ الگ ہی برتنوں میں کھایا کرتے تھے ٭

کس طرح کھانا تناول فرماتے تھے

جب کھانا آگے رکھا جاتا یا دسترخوان بچھتا تو آپ اگر مجلس میں ہوتے تو پوچھ لیا کرتے۔ کیوں جی شروع کریں؟ مطلب یہ کہ کوئی مہمان رہ تو نہیں گیا۔ یا سب کے آگے کھانا آگیا۔ پھر اب جواب ملنے پر کھانا شروع کرتے۔ اور تمام دوران میں نہایت آہستہ آہستہ چبا چبا کر کھاتے۔ کھانے میں کوئی جلدی یا کوئی حرکت ناشائستہ آپ سے صادر نہ ہوتی۔ البتہ آپ کھانے کے دوران میں ہر قسم کی گفتگو فرمایا کرتے تھے برخلاف عام مولویوں کے طریقہ کے جو کھانے میں اتنا مصروف ہوتے ہیں کہ پھر انکو تن بدن کا ہوش نہیں رہتا بیچارے کوئی بات دین و دنیا کی کیا کریں۔ سالن آپ بہت کم کھاتے تھے۔ اور کسی خاص دعوت کے موقعہ پر دو تین قسم کی چیزیں سامنے ہوں تو اکثر صرف ایک ہی پر ہاتھ ڈالا کرتے تھے۔ اور سالن کی جو رکابی آپکے آگے سے اٹھتی تھی وہ اکثر ایسی معلوم ہوتی تھی کہ گویا اسے کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا بہت بوٹیاں یا ترکاری آپ کو کھانے کی عادت نہ تھی۔ بلکہ صرف لعاب سے اکثر چھوا کر ٹکڑا کھا لیا کرتے تھے لقمہ چھوٹا ہوتا تھا اور روٹی کے ٹکڑے آپ بہت سے کر لیا کرتے تھے۔ اور یہ آپ کی عادت تھی۔ دسترخوان سے اُٹھنے کے بعد سب سے زیادہ ٹکڑے روٹی کے آپکے آگے سے ملتے تھے اور لوگ بطور تبرک کے انکو اٹھا کر کھا لیا کرتے تھے۔ آپ اس قدر کم خور تھے کہ باوجودیکہ سب مہمانوں کے برابر آپ کے آگے کھانا رکھا جاتا۔ مگر پھر بھی سب سے زیادہ آپکے آگے سے بچ جاتا تھا۔ اور بعض شخص تبرک کے بہانے اپنا پیٹ بھرنے کے لئے حضرت صاحب کا پس خوردہ آپکے اُٹھتے ہی اُٹھا لیا کرتے تھے ٭

بعض دفعہ تو دیکھا گیا کہ آپ صرف روکھی روٹی کا نوالہ منہ میں ڈال لیا کرتے تھے۔ اور پھر انگلی کا سرا شوربے میں تر کر کے زبان سے چھوا دیا کرتے تاکہ لقمہ نمکین ہو جاوے۔ پچھلے دنوں میں جب آپ گھر میں کھانا کھاتے تھے تو آپ اکثر صبح کے وقت مکی کی روٹی اکثر کھایا کرتے تھے اور اُس کے ساتھ کوئی ساگ یا صرف لسی کا گلاس یا کچھ مکھن ہوا کرتا تھا۔ یا کبھی آچار سے بھی لگا کر کھا لیا کرتے تھے۔ آپ کا کھانا صرف اپنے کام کے لئے قوت حاصل کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا نہ کہ لذت نفس کے لئے۔ بارہا آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو کھانا کھا کر یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ کیا پکا تھا اور ہم نے کیا کھایا۔ ہڈیاں چوسنے اور بڑا نوالہ اُٹھانے زور زور سے چپڑ چپڑ کرنے۔ ڈکاریں مارنے یا رکابیاں چاٹنے یا کھانے پر بہت گفتگو کرنے اور اس کے مدح و ذم اور لذائذ کا تذکرہ کرنے کی آپ کی عادت نہ تھی۔ بلکہ جو پکتا تھا وہ کھا لیا کرتے تھے کبھی کبھی آپ پانی کا گلاس یا چائے کی پیالی بائیں ہاتھ سے پکڑ کر پیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ابتدائی عمر میں دائیں ہاتھ میں ایسی چوٹ لگی تھی کہ اب تک بوجھل چیز اس ہاتھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ اکڑوں بیٹھکر آپ کو کھانے کی عادت نہ تھی بلکہ آلتی پالتی مار کر بیٹھتے یا بائیں ٹانگ بچھا دیتے اور دایاں گھٹنا کھڑا رکھتے ٭

کیا کھاتے تھے

میں نے پہلے ذکر کیا کہ مقصد آپ کے کھانے کا صرف قوت قائم رکھنا تھا نہ کہ لذت اور ذائقہ اُٹھانا۔ اس لئے آپ صرف وہ چیزیں ہی کھاتے تھے جو آپ کی طبیعت کے موافق ہوتی تھیں اور جن سے دماغی قوت قائم رہتی تھی تاکہ آپکے کام میں حرج نہ ہو۔ علاوہ ازیں آپ کو چند بیماریاں بھی تھیں جن کی وجہ سے آپ کو کچھ پرہیز بھی رکھنا

پڑتا تھا۔ مگر عام طور پر آپ سب طیبات ہی استعمال فرمالیتے تھے اور اگرچہ آپ سے اکثر یہ پوچھ لیا جاتا کہ آج آپ کیا کھائیں گے مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہے خواہ کچھ پکا ہو آپ اپنی ضرورت کے مطابق کھا ہی لیا کرتے تھے۔ اور کبھی کھانے کے بدمزہ ہونے پر اپنی ذاتی وجہ سے خفگی نہیں فرمائی نہ کبھی ایسا ہوا کہ تندمزاج انسانوں کی طرح ہانڈی یا سالن کی رکابی اٹھا کر دے ماری ہو۔ بلکہ اگر خراب پکے ہوئے کھانے اور سالن پر ناراضی کا اظہار بھی فرمایا تو صرف اس لئے اور یہ کہکر کہ مہمانوں کو یہ کھانا پسند نہ آیا ہوگا +

روٹی آپ تندوری اور ہاتھ کی دونوں قسم کی کھاتے تھے ڈبل روٹی چائے کے ساتھ یا بسکٹ اور بکرم بھی استعمال فرمالیا کرتے تھے بلکہ ولایتی بسکٹوں کو بھی جائز فرماتے تھے اس لئے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اس میں چربی ہے کیونکہ بنانے والوں کا ادعا تو مکھن ہے پھر ہم ناحق بدگمانی اور شکوک میں کیوں پڑیں۔ مکی کی روٹی بہت مدت آپ نے آخری عمر میں استعمال فرمائی۔ کیونکہ آخری سات آٹھ سال سے آپ کو دستوں کی بیماری ہوگئی تھی اور ہضم کی طاقت کم ہوگئی تھی۔ علاوہ ان روٹیوں کے آپ شیرمال کو پسند فرماتے تھے اور باقرخانی کلچہ وغیرہ غرض جو جو اقسام روٹی کے سامنے آجایا کرتے تھے آپ کسی کو رد نہ فرماتے تھے +

سالن مَیں نے ابھی ذکر کیا آپ بہت کم کھاتے تھے گوشت آپکے ہاں دو وقت پکتا تھا مگر دال آپ کو گوشت سے زیادہ پسند تھی۔ یہ دال ماش کی یا ارڈھ کی ہوتی تھی جس کے لئے گورداسپور کا ضلع مشہور ہے۔ سالن ہر قسم کا اور ترکاری عام طور پر ہر طرح کی آپکے دسترخوان پر دیکھی گئی ہے اور گوشت بھی ہر حلال اور طیب جانور کا آپ کھاتے تھے۔ پرندوں کا گوشت آپ کو مرغوب تھا اس لئے بعض اوقات جب طبیعت کمزور ہوتی تو تیتر فاختہ وغیرہ کے لئے شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم کو ایسا گوشت مہیا کرنیکو فرمایا کرتے تھے۔ مرغ اور بٹیروں کا گوشت بھی آپ کو پسند تھا۔ مگر بٹیرے جبسے کہ پنجاب میں طاعون کا زور ہوا کھانے چھوڑ دئیے تھے بلکہ منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کے گوشت میں طاعون پیدا کرنے کی خاصیت ہے۔ اور بنی اسرائیل میں انکے کھانے سے سخت طاعون پڑی تھی حضور کے سامنے ڈوایکدفعہ گوہ کا گوشت پیش کیا گیا مگر آپ نے فرمایا کہ جائز ہے جس کا جی چاہے کھائے۔ مگر رسول کریم نے چونکہ اس سے کراہیت فرمائی اس لئے ہم کو بھی اس سے کراہیت ہے اور جیسا کہ وہاں ہوا تھا یہاں بھی لوگوں نے آپ کے مہمان خانہ بلکہ گھر میں بھی بچوں اور لوگوں نے گوہ کا گوشت کھایا مگر آپ نے اُسے قریب نہ آنے دیا مرغ کا گوشت ہر طرح کا آپ کھالیتے تھے۔ سالن ہو یا بھنا ہوا۔ کباب ہو یا پلاؤ۔ مگر اکثر ایک ران پر ہی گذارہ کرلیتے تھے۔ اور وہی آپ کو کافی ہوجاتی تھی بلکہ کبھی بچ رہا کرتا تھا۔ پلاؤ بھی آپ کھاتے تھے مگر ہمیشہ نرم اور گدازا اور گلے ہوئے چاولوں کا اور میٹھے چاول تو کبھی خود کہہ کر پکوا لیا کرتے تھے۔ مگر گڑ کے ڈہی آپ کو پسند تھے۔ عمدہ کھانے یعنی کباب مرغ۔ پلاؤ یا انڈے اور اسی طرح فیرینی میٹھے چاول وغیرہ جب کبھی آپ کہکر پکوایا کرتے تھے جب ضعف معلوم ہوتا جن دنوں میں تصنیف کا کام کم ہوتا یا صحت اچھی ہوتی تو ان دنوں میں معمولی کھانا ہی کھاتے تھے۔ اور وہ بھی کبھی ایک وقت ہی صرف اور دوسرے وقت دودھ وغیرہ سے گذارہ کرلیتے۔ دودھ بالائی مکھن یہ اشیا بلکہ بادام روغن تک صرف قوت کے قیام اور ضعف کے دور کرنیکو استعمال فرماتے تھے اور ہمیشہ معمولی مقدار میں بعض لوگوں نے آپکے کھانے پر اعتراض کئے ہیں۔ مگر ان بیوقوفوں کو یہ خبر نہیں کہ ایک شخص جو عمر میں بوڑھا ہے اور اُسے کئی امراض لگے ہوئے ہیں اور باوجود ان کے وہ تمام جہاں سے مصروف پیکار ہے۔ ایک جماعت بنا رہا ہے جس کے فرد فرد پر اُس کی نظر ہے۔ اصلاح امت کے کام میں مشغول ہے۔ ہر

مذاہب سے الگ الگ قسم کی جنگ ٹھنی ہوئی ہے۔ گورنمنٹ سے الگ قسم کے تعلقات ہیں۔ دن رات تصانیف میں مصروف ہیں جو نہ صرف اردو بلکہ فارسی اور عربی میں اور پھر وہی انکو لکھتا اور وہی کاپی دیکھتا۔ وہی پروف درست کرتا اور وہی انکی اشاعت کا انتظام کرتا ہے۔ پھر سینکڑوں مہمانوں کے ٹھہرنے اترنے اور علیٰ حسب مراتب کھلانیکا انتظام۔ عمارت کا کام۔ مباحثات اور وفود کا اہتمام۔ پنجوقتہ نمازوں کی حاضری مسجد میں روزانہ مجلسیں اور تقریریں ہر روز بیسیوں آدمیوں سے ملاقات۔ اور پھر انسے طرح طرح کی گفتگو۔ مقدمات کی پیروی۔ روزانہ سینکڑوں خطوط پڑھنے اور پھر انمیں سے بہتوں کے جواب لکھنے۔ پھر گھر میں اپنے بچوں اور اہل بیت کو بھی وقت دینا۔ اور باہر گھر میں بیعت کا سلسلہ اور تصنیف اور دعائیں۔ غرض اس قدر کام اور دماغی محنتیں اور تفکرات کے ہوتے ہوئے اور پھر تقاضائے عمر اور امراض کی وجہ سے اگر صرف اس عظیم الشان جہاد کے لئے قوت پیدا کرنے کو وہ شخص بادام روغن استعمال کرے تو کون بے وقوف اور ناحق شناس ظالم طبع انسان ہے جو اس کے اس فعل پر اعتراض کرے کیا وہ نہیں جانتا کہ بادام روغن کوئی مزیدار چیز نہیں اور لوگ لذت کے لئے اسکا استعمال نہیں کرتے۔ پھر اگر مزے کی چیز بھی استعمال کی تو ایسی نیت اور کام کرنے والے کے لئے تو وہ فرض ہے حالانکہ ہمارے جیسے کاہل الوجود انسانوں کے لئے وہی کھانے تعیش میں داخل ہیں +

اور پھر جس وقت دیکھا جائے کہ وہ شخص ان مقوی غذاؤں کو صرف قوت لایموت اور سد رمق کے طور پر استعمال کرتا ہو تو کون عقل کا اندھا ایسا ہوگا کہ اس خوراک کو لذائذ حیوانی اور حظوظ نفسانی سے تعبیر کرے خدا تعالیٰ ہر مومن کو بدظنی سے بچائے +

دودھ کا استعمال آپ اکثر رکھتے تھے اور سوتے وقت تو ایک گلاس ضرور پیتے تھے اور دنکو بھی پچھلے دنوں میں زیادہ استعمال فرماتے تھے۔ کیونکہ یہ معمول ہوگیا تھا کہ ادھر دودھ پیا اور ادھر دست آگیا۔ اس لئے بہت ضعف ہوتا جاتا تھا۔ اسکے دور کرنے کو دن میں تین چار مرتبہ تھوڑا تھوڑا دودھ طاقت قایم کرنے کو پی لیا کرتے تھے +

دن کے کھانے کے وقت پانی کی جگہ گرمی میں آپ لسی پی لیا کرتے تھے اور برف موجود ہو تو اسکو بھی استعمال فرما لیتے تھے +

ان چیزوں کے علاوہ شیرہ بادام بھی گرمی کے موسم میں جس میں چند دانہ مغز بادام کے اور چند چھوٹی الائچیاں اور کچھ مصری پیس کر چھنکر پڑتے تھے۔ پیا کرتے تھے اور اگرچہ معمولاً نہیں مگر کبھی کبھی رفع ضعف کے لئے آپ کچھ دن متواتر یخنی گوشت کی یا پاؤں کی پیا کرتے تھے۔ یہ یخنی بھی بہت بدمزہ چیز ہوتی تھی یعنی صرف گوشت کا اُبلا ہوا رس ہوا کرتا تھا +

میوہ جات آپ کو پسند تھے اور اکثر مرید بطور تحفہ کے لایا بھی کرتے تھے۔ گاہے بگاہے خود بھی منگواتے تھے۔ پسندیدہ میووں میں سے آپ کو انگور۔ بمبئی کا کیلا۔ ناگپوری سنگترے۔ سیب سردے اور سرولی آم زیادہ پسند تھے۔ باقی میوے بھی گاہے ماہے جو آتے رہتے تھے کھا لیا کرتے تھے۔ گنا بھی آپ کو پسند تھا +

شہتوت بیدانہ کے موسم میں آپ بیدانہ اکثر اپنے باغ کی جنس سے منگوا کر کھاتے تھے اور کبھی کبھی ان دنوں سیر کے وقت باغ کی جانب تشریف لیجاتے اور مع سب رفیقوں کے اسی جگہ بیدانہ تڑوا کر سب کے ہمراہ ایک ٹوکرے میں نوشجان فرماتے۔

اور خشک میووں میں سے صرف بادام کو ترجیح دیتے تھے

چائے کا میں پہلے اشارہ کر آیا ہوں۔ آپ جاڑوں میں صبح کو اکثر مہمانوں کے لئے روزانہ بنواتے تھے اور خود بھی پی لیا کرتے تھے مگر عادت نہ تھی۔ سبز چائے استعمال کرتے۔ اور سیاہ کو ناپسند فرماتے تھے۔ اکثر دودھ والی میٹھی پیتے تھے +

زمانہ موجودہ کے ایجادات شلاً برف اور سوڈا لیمونیڈ جنجر

وغیرہ بھی گرمی کے دنوں میں پی لیا کرتے تھے بلکہ شدت گرمی میں برف بھی امرتسر لاہور سے خود منگوا لیا کرتے تھے۔ اور گردہ کے درد کی تکلیف کی وجہ سے سوڈا واٹر اور بھٹ تیتر کا گوشت بارہا استعمال فرمایا +

بازاری مٹھائیوں سے بھی آپکو کسی قسم کا پرہیز نہ تھا اس بات کی پرچول نہ تھی کہ ہندو کی ساختہ ہے یا مسلمانوں کی۔ لوگوں کی نذرانہ کے طور پر آوردہ مٹھائیوں میں سے بھی کھا لیتے تھے اور خود بھی روپیہ دو روپیہ کی مٹھائی منگوا کر رکھا کرتے تھے یہ مٹھائی بچوں کے لئے ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ اکثر حضور ہی کے پاس چیزیں یا پیسہ مانگنے دوڑے آتے تھے میٹھے بھرے ہوئے سموسے یا بیدانہ عام طور پر یہ دو ہی چیزیں آپ ان بچوں کے لئے منگوا رکھتے کیونکہ یہی قادیان میں ان دنوں میں اچھی بنتی تھیں +

ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپکو اپنے کھانے کی نسبت اپنے مہمانوں کے کھانے کا زیادہ فکر رہتا تھا اور آپ دریافت فرما لیا کرتے کہ فلاں مہمان کو کیا کیا پسند ہے اور کس کس چیز کی اسکو عادت ہے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب کا جب تک نکاح نہیں ہوا تب تک آپ کو ان کی خاطرداری کا اس قدر اہتمام تھا کہ روزانہ کئی برس رہ خود اپنی نگرانی میں ان کے لئے دودھ چائے بسکٹ مٹھائی۔ انڈے وغیرہ برابر صبح کے وقت بھیجا کرتے اور پھر لے جانے والے سے دریافت بھی کر لیتے تھے کہ انہوں نے اچھی طرح سے کھا بھی لیا۔ تب انکی تسلی ہوتی۔ اسی طرح خواجہ صاحب کے چائے چاول وغیرہ ان کے خاص مرغوبات کا بڑا خیال رکھتے۔ اور بار بار دریافت فرمایا کرتے کہ کوئی مہمان بھوکا تو نہیں رہ گیا یا کسی کی طرف سے ملازمان لنگرخانہ نے تغافل تو نہیں کیا بعض موقعہ پر ایسا ہوا کہ کسی مہمان کے لئے سالن نہیں بچا یا وقت پر ان کے کھانا رکھنا بھول گیا تو اپنا سالن یا سب کھانا اس کے لئے اٹھوا کر بھجوا دیا +

بارہا ایسا بھی ہوا کہ آپ کے پاس تحفہ میں کوئی چیز کھانے کی آئی یا خود کوئی چیز آپ نے ایک وقت منگوائی پھر اس کا خیال نہ رہا اور وہ صندوق میں پڑی پڑی سڑ گئی یا خراب ہو گئی۔ اور آپ نے سب کا سب پھینکنا پڑا۔ یہ دنیا دار کا کام نہیں +

ان سب اشیاء کا نام پڑھکر ایک شخص دھوکا کھا سکتا ہے کہ حضرت صاحب ہر قسم کے عمدہ عمدہ کھانے مٹھائیاں میوے وغیرہ وغیرہ سب چیزیں خوب کھاتے تھے۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ میرا بیان بیس پچیس برس کے مشاہدہ پر حاوی ہے۔ یہ اشیاء آپنے اپنے دسترخوان پر استعمال فرمائی ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ اور ہر وقت آپکا خوان یغما بنا رہتا تھا اور پھر یہ کہ ان اشیاء میں سے اکثر چیزیں تحفہ کے طور پر خدا کے وعدوں کے ماتحت آتی تھیں اور بارہا ایسا ہوا کہ حضرت صاحب نے ایک چیز کی خواہش فرمائی اور وہ اسی وقت کسی نووارد یا مرید با اخلاص نے لاکر حاضر کر دی +

آپکو کوئی عادت کسی چیز کی نہ تھی۔ ہاں البتہ کبھی کبھی دل کی تقویت یا کھانے کے بعد منہ کی صفائی کے لئے یا کبھی گھر میں سے پیش کر دیا گیا تو کھا لیا کرتے تھے۔ یا کبھی۔ کھانسی نزلہ یا گلے کی خراش ہوئی تو بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ حقہ تمباکو آپ ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ ایک موقعہ پر کچھ حقہ نوشوں کو مہمان خانہ سے نکال بھی دیا تھا۔ ہاں جن ضعیف العمر لوگوں کو مدت العمر سے عادت لگی ہوئی تھی۔ ان کو آپ نے بسبب مجبوری کے اجازت دیدی تھی کئی احمدیوں نے تو اس طرح پر حقہ چھوڑا کہ انکو قادیان میں وارد ہونے کے وقت حقہ کی تلاش میں سکھوں میں یا کبھی مرزا نظام الدین وغیرہ کی ٹولی میں جانا پڑتا تھا۔ اور حضرت صاحب کی مجلس سے اٹھکر وہاں جانا چونکہ بہشت سے نکلکر دوزخ میں جانے کا حکم رکھتا تھا اس لئے باغیرت لوگوں نے ہمیشہ کے لئے حقہ کو الوداع کہی +

ہاتھ دھونا وغیرہ

کھانے سے پہلے عموماً اور بعد میں ضرور ہاتھ دھویا کرتے تھے اور سردیوں میں اکثر گرم پانی استعمال فرماتے صابون بہت ہی کم برتتے تھے کپڑے یا تولیہ سے ہاتھ پونچھا کرتے تھے بعض ملانوں کی طرح ڈاڑھی سے چکنے ہاتھ پونچھنے کی عادت ہرگز نہ تھی۔ کلی بھی کھانے کے بعد فرماتے تھے اور خلال بھی ضرور رکھتے تھے جو اکثر کھانے کے بعد کیا کرتے تھے +

رمضان کی سحری کے لئے آپ کے لئے سالن یا مرغی کی ایک ران اور فرنی عام طور پر ہوا کرتے تھے اور سادہ روٹی کے بجائے ایک پراٹھا ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ آپ اس میں سے تھوڑا سا ہی کھاتے تھے +

کھانے میں مجاہدہ

اس جگہ یہ بھی ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اوائل عمر میں گوشہ تنہائی میں بہت مجاہدات کئے اور ایک موقعہ پر متواتر چھ ماہ کے روزے منشائے الٰہی سے رکھے اور خوراک آپ کی صرف نصف روٹی یا کم روزہ افطار کرنے کے بعد ہوتی تھی۔ اور سحری بھی نہ کھاتے تھے۔ اور گھر سے جو کھانا آتا وہ چھپا کر کسی مسکین کو دیدیا کرتے تھے تاکہ گھر والوں کو معلوم نہ ہو۔ مگر اپنی جماعت کے لئے عام طور پر آپ نے ایسے مجاہدے پسند نہیں فرمائے۔ بلکہ اس کی جگہ تبلیغ اور قلمی خدمات کو مخالفان اسلام کے برخلاف اس زمانہ کا جہاد قرار دیا۔ پس ایسے شخص کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ دنیاوی لذتوں کا خواہشمند ہے سراسر ظلم نہیں تو کیا ہے ؟

لنگرخانہ میں آپ کے زمانہ میں زیادہ تر دال اور خاص مہمانوں کے لئے گوشت پکا کرتا تھا۔ مگر جلسوں میں یا عیدین کے موقعہ پر یا کبھی آپ کے بچوں کا عقیقہ یا کوئی اور خوشی کا موقعہ ہو تو آپ عام طور پر اس دن گوشت یا پلاؤ یا زردہ کا حکم دیدیا کرتے تھے کہ غربا کو بھی اس میں شریک ہونے کا موقعہ ملے +

ادویات

آپ خاندانی طبیب تھے۔ آپ کے والد ماجد اس علاقہ میں نامی گرامی طبیب گزر چکے ہیں۔ اور آپ نے بھی طب سبقاً سبقاً پڑھی ہے مگر باقاعدہ مطب نہیں کیا کچھ تو خود بیمار رہنے کی وجہ سے اور کچھ چونکہ لوگ علاج پوچھنے آجاتے تھے آپ اکثر مفید اور مشہور ادویہ اپنے گھر میں موجود رکھتے تھے نہ صرف یونانی بلکہ انگریزی بھی۔ اور آخر میں تو آپ کی ادویات کی الماری میں زیادہ تر انگریزی ادویہ ہی رہتی تھیں مفصل ذکر طبابت کے نیچے آئے گا۔ یہاں اتنا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ آپ کئی قسم کی مقوی دماغ ادویات کا استعمال فرمایا کرتے تھے مثلاً کوکا۔ کولا مچھلی کے تیل کا مرکب۔ ایسٹن سرپ۔ کونین۔ فولاد وغیرہ اور خواہ کیسی ہی تلخ یا بدمزہ دوا ہو آپ اُس کو بے تکلف پی لیا کرتے +

سر کے دورے۔ اور سردی کی تکلیف کے لئے سب سے زیادہ آپ مشک یا عنبر استعمال فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ نہایت اعلیٰ قسم کا منگوایا کرتے تھے۔ یہ مشک خریدنے کی ڈیوٹی آخری ایام میں حکیم محمد حسین صاحب مفرح عنبری کے سپرد تھی عنبر اور مشک دونوں مدت تک سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب مدراسی کی معرفت آتے رہے مشک کی تو آپ کو اس قدر ضرورت رہتی کہ بعض اوقات سامنے رومال میں باندھ رکھتے تھے کہ جس وقت ضرورت ہوئی فوراً نکال لیا +

الہام

کھانا کھلانے کی بابت آپ کو ایک الہامی حکم ہے -

یا ایھا النبی اطعموا الجائع و المعتر یعنی اے نبی بھوکے اور سوال کرنے والے کو کھلاؤ + (الحق)

خدا کی روح سے مسیح موعودؑ کا خطاب جماعت سے

میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے؟

پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں +

(۱) ہر شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند ہے یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے کیا خدا قادر نہیں ہے؟ کہ اس کو دیوانہ کردے اور اس کے اس بھائی کو جسے وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دیدے +

(۲) ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصور کرکے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی۔ اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جسکو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کردے +

(۳) ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزا سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ متکبر ہے اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اس کو بدتر کردے اور وہ جسکی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اسکے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور باطل نہ ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے +

(۴) ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کرکے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتا ہے +

سو تم اے عزیزو

ان تمام باتوں کو یاد رکھو ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو +

(۵) ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے +

(۶) ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے +

(۷) اور وہ جو خدا کے مرسل اور مامور کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے +

(۸) ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے

(۹) اور وہ جو خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اُس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اُس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے

سو کوشش کرو

کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تاکہ ہلاک نہ ہو جاؤ۔ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔

پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو +

میرے آقا کی زندگی کے مختلف اوراق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ و شمائل کے کسی پہلو پر بھی کچھ لکھا جائے وہ بہت وسعت اور تفصیل چاہتا ہے اور پھر بھی اس کے ناتمام رہنے کا خطرہ رہ جاتا ہے۔

مَیں آپ کے اس یادگاری نمبر میں آپ کے شمایل و اخلاق میں سے احباب کی ترقی ایمان کے لئے بہت ہی مختصر بیان کر سکونگا۔ اس کی تفصیل وہ سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام کے حصہ شمائل و اخلاق میں پڑھینگے وباللہ التوفیق۔

خادموں سے سلوک

آقا اور نوکر کے تعلقات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اس میں بڑے بڑے آدمیوں کو دیکھا ہے اخلاقی ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ آقا یہی سمجھتا ہے کہ یہ جو شخص ہماری ملازمت و خدمت میں ہے۔ قدرت نے نعوذ باللہ اس کو انسان نہیں بلکہ حیوان بنا دیا ہے۔ اور جو خدمت اس سے جس وقت چاہیں لیں وہ تکلیف اور تکان کے اثروں سے محفوظ ہے اس کے جذبات اور حسیات کا تو قطعاً خیال ہی نہیں کرتے جن الفاظ میں چاہیں اس کو خطاب کریں۔ غرض یہ ایک ایسا کھلا ہوا معاملہ ہے کہ اس پر زیادہ بحث کرنے کی مجھے حاجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اوائل زمانہ سے ایسا موقعہ دیا تھا کہ خدمتگار آپ کے پاس رہتے لیکن آپ کی زندگی میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے یہ پایا جاتا ہو کہ آپ ملازموں سے بدسلوکی تو درکنار سختی سے بھی برتاؤ کرتے ہوں۔

بلکہ آپ کی زندگی کا پر غور مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ آپ ملازموں کو خدا تعالیٰ کا ایک فضل اور رحم سمجھ کر انسے ہمیشہ اخلاق اور محبت سے پیش آتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادموں میں سے ایک حافظ حامد علی صاحب ہیں۔ صدر انجمن نے انکو پنشن دیدی ہے اور وہ قادیان میں رہنے کے لئے ایک مختصر سی دوکان کرتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق اور اس برتاؤ کا جو وہ حافظ حامد علی صاحب سے کرتے تھے ذکر کرتے ہوئے صاف کہتا ہے کہ

مَیں نے تو ایسا انسان کبھی دیکھا ہی نہیں

بلکہ اسے تو اب دنیا میں کوئی انسان اخلاق کی ایسی شان کا پسند نہیں آتا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے ساری عمر میں کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ جھڑکا اور نہ سختی سے خطاب کیا۔ بلکہ میں بڑا ہی سُست تھا اور اکثر آپ کے ارشادات کی تعمیل میں دیر بھی کر دیتا باایں سفر میں مجھے ہمیشہ ساتھ رکھتے۔

اور میں نے خود دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حافظ حامد علی کو اسی پورے نام سے پکارتے یا میاں حامد علی کہتے۔ ہمارے ملک میں لفظ او کے ساتھ نوکروں یا دوسرے لوگوں کو جو درجہ میں کم ہوں خطاب کرنے کا جو طریق رائج ہے حضرت اس لفظ سے کبھی خطاب نہ کرتے۔

اور باتیں کرتے وقت ہمیشہ ہر شخص کو آپ کے لفظ سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ عمر کا بہت بڑا حصہ جو چوتھائی صدی سے کم نہ ہوگا ایک شخص آپ کی خدمت میں گذارتا ہے وہ خود اعتراف کرتا ہے کہ اپنے کاموں میں سست تھا مگر یہ خدا کا برگزیدہ کبھی اسے جھڑکتا نہیں۔ بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ محبت اور آرام کا سلوک رکھتا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادموں میں ایک پیرا پہاڑیا تھا۔ جو بالکل جاہل اور اجڈ آدمی تھا اسکے دیکھنے والے بہت موجود ہیں۔

اس سے بیوقوفی کے افعال کا سرزد ہونا ایک معمولی بات ہوتی تھی مگر حضرت نے اسے بھی کبھی جھڑکا نہیں۔ بلکہ اس کے متعلق کہا کرتے کہ اہل الجنۃ ہے۔

دو گھنٹہ کے قریب احباب کے ساتھ بیٹھے رہے۔ بہ یقین دن بدن قوت آرہی ہے +

(۶) ۱۲ مئی ۔ ۱۱ مئی کی شام کو شہر بمبئی میں تفریحاً تشریف لیگئے اور قریباً آدھی رات کو واپس مکان پر پہنچے طبیعت پر کسی قسم کا بوجھ نہیں ہوا +

(۷) حضرت نے اپنے ہاتھ سے اپنی صحت کے متعلق حسب ذیل تحریر ارسال فرمائی ہے حضرت خلیفۃ المسیح بمبئی سے ۱۴ مئی کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"امید ہے کہ قادیان میں ہر طرح سے خیریت ہوگی یہاں پہنچکر میری طبیعت بفضلہ تعالیٰ بہت ترقی پر ہے ۔ اب نصف میل بلکہ ایک میل تک چل پھر سکتا ہوں ۔ ناک اور حلق میں جو اپریشن ہوا تھا اُس کی تکلیف باقی ہے مگر پچش کو قریباً بالکل آرام ہے طاقت میں روزانہ اضافہ معلوم ہوتا ہے" +

(۸) چونکہ بمبئی میں گرمی تیز ہوگئی ہے اس لئے ۱۴ مئی کو حضرت کو دوسری شکایت ہوگئی تھی مگر باوجود اس کے نماز ظہر و عصر خود پڑھائی اور باہر احباب میں بیٹھے رہے اور شام کو سیر کے لئے پیدل بھی تشریف لے گئے ۱۵ مئی کی صبح کو طبیعت صاف تھی اور دوسری شکایت رفع ہو چکی تھی ناک کا زخم باقی ہے ممکن ہے کہ گرمی کے سبب کسی اور جگہ تشریف لیجائیں +

(۹) ۱۶ مئی ۱۹۱۸ء حضور اب پیدل میل دو میل سیر کے لئے تشریف لیجاتے آج ماتھران ہل پر سیر کے لئے ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب اور شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی کے ہمراہ تشریف لیگئے ہیں غالباً شام تک واپس آئینگے ۔ ابھی ۲ جون تک بمبئی ٹھہرینگے ۔ پھر یا واپس قادیان ورنہ کسی پہاڑی مقام پر تشریف لے جائیں گے +

(۱۰) رات حضرت نے ماتھران میں گذاری اور وہاں گھوڑے کی سواری کی ۔ اچھا خاصہ چکر لگایا ۔ ماتھے ران حضرت کو پسند آیا مگر افسوس ہے وہاں رہائش کیلئے کوئی مکان نہیں مل سکا ۔ اسلئے وہاں جانا نہیں ہو سکیگا +

(۱۱) ناک کے اوپریشن کیوجہ سے کبھی کبھی ناک سے خون آجاتا ہے ۔ اور کبھی ضعف ہو جاتا ہے خدا کا شکر ہے کہ آپ نمازیں پڑھا دیتے ہیں پچھلا جمعہ مولوی عبدالرحمن صاحب مصری نے پڑھایا +

(۱۲) حضرت کی صاحبزادی امۃ العزیز کا جو یہاں سے بیمار ہی گئی تھی انتقال ہوگیا اور باندرا ہل کے قبرستان میں اسے سپرد خاک کردیا گیا ۔ عزیزہ کی عمر ۱ ۳/۴ سال تھی اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لئے فرط بنادے ۔ **غرض** ۲۱ مئی ۱۹۱۸ء تک جو خبریں قادیان میں پہنچی ہیں انکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت الحمدللہ روبہ ترقی ہے کبھی کبھی ضعف ہوجاتا ہے مگر عام طور پر ضعف قوۃ سے تبدل ہو رہا ہے ۔ احباب کو **حضرت خلیفۃ المسیح** کی صحت کیلئے مستقل اور بالالتزام دعاؤں کی ضرورت ہے +

(۱۳) ۲۰ مئی ۱۹۱۸ء جناب مرزا بشیر احمد صاحب بھی بمبئی تشریف لیگئے اللہ تعالیٰ انکا حافظ و ناصر ہو ۔ اسوقت تک کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں خدا کے فضل سے وہ بمبئی پہنچ چکے ہونگے +

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب نے جمعہ کے خطبوں میں نہایت لطیف سلسلہ جماعت کی **اصلاح** اور **تزکیہ نفوس** کی راہوں کا شروع کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اس سے فائدہ اُٹھائیں +

۲۔ جناب حافظ روشن علی صاحب اور چودھری **فتح محمد** صاحب سیال اپنے تبلیغی دورہ سے واپس تشریف لے آئے +

۳۔ **قرآن مجید و حدیث** کا درس برابر ہو رہا ہے ۔ الحمدللہ علیٰ ذالک +

۴۔ **فراہمی غلہ** کی تجاویز پر بڑی **محنت** سے عمل کی کوشش کیجارہی ہے اللہ تعالیٰ اس تجربہ میں ہمکو کامیاب کرے زمیندار احباب اس تجویز کو کامیاب بنانیکے لئے عملی قدم اُٹھائیں **محصلین** کے باہر بھیجنے کا انتظام ہو رہا ہے +

انصار الحکم کی خدمت میں التماس

انصار الحکم خوب سمجھ لیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد سعادت کی یادگار **الحکم** کو زندہ رکھنے کیلئے انکے کیا فرایض ہیں؟ ضرورت ہے کہ وہ الحکم کی توسیع **اشاعت** کیلئے مردانہ وار قدم اٹھائیں **پچاس** وفادار کھڑے ہوں جو ہر ایک دس دس خریدار دے **پچاس** ادا ... بو[illegible]

ایکمرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بیماری کا دورہ ہوا۔ باوجودیکہ گرمی کا موسم تھا۔ ہاتھ پاؤں سرد ہوگئے۔ اوپر مسجد کی چھت پر تشریف فرما تھے۔ احباب فوری تدابیر میں مصروف ہوگئے پیرا کو بھی خبر ہوگئی وہ اس وقت مٹی کا کوئی کام کر رہا تھا۔ پاؤں کیچڑ میں لتھڑے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں مسجد میں چلا آیا آگے دری تھی اور یہ قدرتی امر تھا کہ اس کی اس حالت سے پاس والوں کے کپڑے اور دری کا فرش خراب ہوتا۔ اس ہیئت کذائی سے وہ آگے بڑھا اور حضرت کو دبانے لگا بعض نے اس کو کہا کہ تو کس طرح آگیا۔ تیرے پاؤں خراب ہیں مگر اس نے بھی کچھ نہیں سنا۔ اور حضرت کو دبانے لگا لیکن لوگوں نے ڈانٹا تو حضرت نے فرمایا

اُس کو کیا خبر ہے جو کرتا ہے کرنے دو کچھ حرج نہیں

یہ اسکی پہلی حرکت نہ تھی وہ ہمیشہ اپنی **بیوقوفی یا سادگی** سے دوسروں کا معتوب ہو سکتا تھا مگر حضرت **مسیح موعود علیہ السلام** نے اسے کبھی نہ ڈانٹا اور نہ دھمکایا۔ **اندرون خانہ** میں بعض عورتیں ملازم تھیں حضرت کی **غض بصر** اور استغراق تو عام طور پر مشہور تھا اور وہ سب یقین کرتی تھیں کہ انکو کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ ایک خادمہ نے ایک مرتبہ کچھ چاول چرا لیئے اور دوسری نے اس کو تاڑ لیا اور پکڑ لیا۔ اس پر اسے ہدف ملامت بنایا جا رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی وہاں آنکلے اور واقعہ آپکے نوٹس میں بھی لایا گیا آپ نے سن کر فرمایا

محتاج ہے کچھ تھوڑے سے دیدو اور فضیحت نہ کرو اور خدا تعالیٰ کی ستاری کا شیوہ اختیار کرو

ایک **نادان** تعزیرات پر زور دینے والا شاید اسے **انتظامی پہلو** سے پسند نہ کرے مگر وہ نہیں جانتا کہ عفو اور **چشم پوشی** بعض اوقات اتنا زبردست **علاج** کمزوریوں کا ہے جو **تعزیرات** سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی +

پریس کے بعض ملازموں کی حضرت حکیم فضل الدین صاحب مرحوم نے جو انچارج پریس تھے ایک مرتبہ شکایت کی کہ یہ تنگ کرتے ہیں۔ یہ غلطی کرتے ہیں۔ وہ تکلیف دیتے ہیں۔ نہایت توجہ سے ان شکایات کو سنا اور حضرت حکیم صاحب غالباً سمجھتے تھے کہ کوئی سخت سزا کا حکم دیا جائیگا لیکن آپ نے ساری روداد سنکر فرمایا۔

حکیم صاحب۔ باہمیں مردماں بباید ساخت

دوسرے بھی تو آدمی ہی ہونگے۔ اگر یہ کسی اعلیٰ درجہ کے کام کے ہوتے تو یہ کام ہی کیوں کرتے۔ ان کے **اخلاق۔ عادات** کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں کئی برسوں سے یہ میرے پاس کام کرتے ہیں آخر کام ہوتا ہی آیا ہے۔ یہ پرانے لوگ ہیں آپ چشم پوشی سے کام لے لیا کریں +

حکیم صاحب اور دوسرے لوگوں کے ایمان میں اس سے جو ترقی ہو سکتی تھی وہ ظاہر ہے۔ ایسا ہی لنگرخانہ کے ایک ملازم کی بارہا شکایت ہوئی اور بعض بڑے بڑے آدمیوں نے جن کی نسبت یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ انکی شکایت سے یہ بچ سکیگا مگر حضرت نے **ہمیشہ** درگذر کیا +

کاروبار کے سلسلے میں کبھی آپ ملازموں کیا کسی پر بھی خفا نہ ہوتے لیکن جہاں **غیرت دینی** کا سوال ہوتا وہاں آپ معمولی سی بات پر بھی چشم پوشی نہ فرماتے اور سخت سزا دیتے تھے +

بچوں کو مارنے کے باوجودیکہ آپ سخت خلاف تھے اور آپکو سخت ناپسند تھا کہ کوئی بچوں کو مارے لیکن ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ مبارک احمد صاحب (اللھم اجعلہ لنا فرطاً آمین) سے قرآن مجید کی بے ادبی ہوگئی۔ وہ بچہ تھا ناواقف تھا اور اس میں کوئی عمد اور ارادہ ظاہر نہ ہوتا تھا مگر حضرت اس کو برداشت نہ کر سکے اور اسے مارا اور کہا کہ **میری آنکھو نکے آگے سے ہٹا لو** +

شفقت اور نرمی ایک طرف تھی اور غیرت دینی دوسری طرف غرض اپنے **خادموں** کو کبھی آپ نے ذلیل نہیں سمجھا اور اپنے

کام یا کسی فعل سے کبھی انکو ذلیل نہیں کیا۔ انسانی کمزوریں کا لحاظ انہیں سمجھکر ہمیشہ عفو اور چشم پوشی سے کام لیا اور اس کا نتیجہ ہے کہ وہ خادم جو حضرت اقدس کی خدمت میں رہ چکے ہیں اب انہیں کوئی دوسرا آقا پسند ہی نہیں آسکتا اور اسی خصوص میں وہ سچے ہیں +

دشمنوں سے سلوک

انسانی **فطرت** کے اخلاقی کمال کے دیکھنے اور پرکھنے کے یوں تو بہت سے موقعہ ہوتے ہیں لیکن جب وہ اپنے دشمنوں سے ایسی حالت میں کہ اسے اقتدار حاصل ہو۔ نیک معاملہ کرے تو یہ ماننا پڑیگا کہ اس کی **ہمت** بلند اور اس کا حوصلہ **وسیع** ہے۔ دنیا میں اپنے دشمنوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی مثالیں بہت ہی کم مل سکتی ہیں اور سب سے زیادہ شاندار پہلو اس خصوصیت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملتا ہے۔

اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس کا نمونہ نظر آتا ہے +

اس سلوک کی شان اور عظمت اور بھی بڑھجاتی ہے جبکہ وہ ان حالات میں کیا جاوے جس وقت فطرتاً اور قدرتاً انسانی جذبات انتقام ہیجان میں آنے چاہئیں۔ **آنحضرت** صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرۃ کے اس خصوص پر غور کرتے ہوئے مجھے ہمیشہ اعلیٰ مرحلہ پر ایک لذیذ ایمان پیدا ہوتا ہے کہ وہ **جدال و قتال** کے میدان میں بھی حکم دیتے ہیں لا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ دیکھو حد سے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا + **میزان** اور **اعتدال** کا میدان جنگ میں خیال رکھنا اس انسان کا کام ہے جس کو اپنے **قویٰ و جذبات** پر **کامل حکومت حاصل ہو** +

دشمن جب حملہ کر رہا ہو اور اسکا حملہ نہایت **شدید** اور نقصان رساں ہو اسوقت **دشمن** کے ساتھ **سلوک** اور **احسان** جبکہ وہ زد کے نیچے ہو معمولی بات نہیں ہو سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے تین واقعات کا یہاں ذکر کرونگا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت **معاندین** و مکذبین میں سے ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ کی جو مخالفت کی اور آپ کی جماعت کو اور آپ کو جو ایذا رسانی کی تجویزیں کیں کوئی دوسرا نہیں پہونچا اور مجھکو یہاں نہ ان تفاصیل میں احباب کو لے جانا ہے۔ ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جب **اقدام قتل** کے مقدمہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تباہ کردینے کا منصوبہ کیا اس مقدمہ قتل میں مولوی **محمد حسین** صاحب گواہ اس موقعہ پر اسی **فطرت** اور **جذبہ انتقام** کو لیکر آئے تھے اور ایسے موقعہ پر جبکہ ایک شخص کی **عزت و آبرو** اور **جان و مال** پر اسکی شہادت کا نقصان رساں اثر پڑتا ہو تو وہ اپنے دشمن کے ساتھ کیا کچھ نہ کریگا۔ عدالتوں میں ایسے موقعہ پر گواہوں کے ساتھ فریق مخالف جو سلوک کرتا ہے وہ ایک ظاہر بات ہے اور اس کی ذاتی **کمزوریوں** کو جس طرح طشت از بام کیا جاتا ہے وہ کوئی ایسی بات نہیں کہ مجھے اسکی مزید صراحت کی حاجت ہو +

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قانونی پیروکار مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر لاہور اسوقت تک زندہ ہیں اور وہ اس سلسلہ میں داخل نہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وسعت **اخلاق** کے وہ مداح ہیں +

مولوی صاحب موصوف قانونی مشیر کے فرائض انجام انجام دے رہے تھے۔ اُنہوں نے اس وقت مولوی **محمد حسین** صاحب پر بعض ایسے سوالات جرح کرنے چاہے جو انکی **پوزیشن** کو صدمہ پہنچا سکتے تھے۔ اور اُنہوں نے چاہا کہ ان سوالات سے مولوی **محمد حسین** صاحب کو عدالت کے سامنے شرمندہ کریں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باوجودیکہ مولوی **محمد حسین** صاحب انکو **اقدام قتل** کا مجرم ثابت کرنے آیا تھا۔ ہاتھ پکڑ کر

روک دیا۔ اور بڑے اصرار کے باوجود بھی اجازت نہ دی کہ ایسے سوالات کئے جاویں جو اس کی تذلیل کا موجب ہوں۔ یہ علو حوصلگی اور فراخدلی اپنے دشمنوں سے درگذر اور عفو کسی کی زندگی میں دکھاؤ۔ اور پھر ایسے موقعہ پر کہ جہاں بڑے سے بڑے انسان بھی انتقامی سپرٹ سے کام لیتے ہیں اور وہ عرف و اخلاق میں قابل اعتراض نہیں ہوتے ۔

ایک دوسرا اور نیا واقعہ قادیان کا میں پیش کرونگا اور اسپر اس کو ختم کر دونگا۔ مرزا نظام الدین صاحب آپ کے چچازاد بھائی تھے۔ ان کے بڑے بھائی مرزا امام الدین صاحب اس سلسلہ کے اور حضرت صاحب کے ساتھ خاص طور پر عداوت رکھتے تھے۔ مرزا نظام الدین صاحب نے اپنے بڑے بھائی کی تحریک سے ایک دیوار اس مقام پر دے دی جہاں دفتر محاسب آج کل ہے یعنے دفتر محاسب کے دروازہ اور گول کمرہ کے صحن کی دیوار کو ایک دیوار سے ملا دیا۔ یہ رستہ جماعت کا مسجد مبارک مسجد اقصیٰ اور بازار کو جانے کا تھا۔ ہر چند کوشش کیگئی کہ یہ راستہ کھول دیا جاوے حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عدالت میں جانے کی بجائے پسند کیا کہ ان لوگوں کو کچھ روپیہ دیا جاوے شہر کے بعض لوگوں کو اس مقصد کے لئے بلا کر کہا گیا اور انہوں نے اس معاملہ میں گفتگو کی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی جماعت کی اس تکلیف کا بڑا احساس تھا جب بعض ضعیف اور کمزور آدمیوں کو ایک چکر کاٹ کر مسجد میں آتے دیکھتے تو حضرت کی طبیعت کو سخت صدمہ ہوتا اس کیفیت کا نقشہ الفاظ میں نہیں کھینچ سکتے ۔

بالآخر مقدمہ عدالت میں آگیا اور ایک لمبے عرصہ کے بعد آخر اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے موافق

وہ دیوار ڈھے گئی

در دیوار دینے والوں کو اپنے ہاتھ سے گرانی پڑی وہ نظارہ نہایت موثر اور شاندار تھا جب وہ دیوار گرائی جاری تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس سے زیادہ کوئی اثر نہ تھا کہ آپ خدا تعالیٰ کی حمد کرتے تھے کہ احباب کی تکلیف رفع ہو گئی ورنہ دنیادار جس طرح پر مقدمہ جیت جانے کے بعد اکڑتے اور دوسرے فریق کو رسوا کرتے ہیں وہ ایک ظاہر بات ہے غرض دیوار گر گئی راستہ ہو گیا اور

خدا کی باتیں پوری ہو گئیں

اس مقدمہ میں ہرجانہ اور خرچ کی ڈگری بھی فریق ثانی پر ہوئی تھی اور وہ ایک معقول رقم تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی اس ڈگری کے اجرا کی کوشش نہ کی اور نہ خواہش ظاہر کی ۔

جن ایام میں کرم الدین سے مقدمات کا سلسلہ جاری تھا خواجہ صاحب اور بعض دوسرے دوستوں کو خیال آیا کہ اس ڈگری کا اجرا اگر نہ کرایا گیا تو میعاد گذر جائے گی اور پھر یہ روپیہ نہیں مل سکیگا انہوں نے اجرا کرا دیا۔ مرزا نظام الدین صاحب کو جب اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور ایک ادب اور عجز کا خط لکھا میں نے وہ خط پڑھا تھا۔ اس میں اپنی حالت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظمت کا اظہار تھا اور بالآخر یہ استدعا تھی کہ اس ہرجہ اور خرچہ کو معاف کر دیا جاوے اجرا کے ذریعہ مجھے ذلیل نہ کیا جاوے اور اگر معاف نہ کیا جاوے تو میں باقساط دیدونگا ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس یہ خط بمقام گورداسپور پہنچا۔ آپ نے اسی وقت خواجہ صاحب سے دریافت کیا انہوں نے کہا کہ حضور محض اس وجہ سے کہ زاید المیعاد نہ ہو جاوے یہ اجرا کی درخواست دیدی تھی۔ یہ حضرت کا اختیار ہے کہ اسے پھر داخل دفتر کرا دیا جاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ ادا پسند نہیں آئی۔ اور فرمایا کہ

کبھی میری اجازت کے بغیر یہ اجرا نہ کرائی جاوے

اور اسی وقت حضرت اقدس نے ایک خط اپنے ہاتھ سے لکھا اور مولوی یار محمد صاحب کو خاص طور پر مقرر کیا کہ وہ اس خط کو ابھی لیجائیں اور مرزا نظام الدین کو جہاں کہیں ہوں انکو وہ خط دیا جاوے چنانچہ مولوی یار محمد صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر قادیاں اور قادیان سے مسانیاں پہنچے جہاں مرزا نظام الدین صاحب تھے اور وہاں جاکر وہ خط انکو دیا گیا۔ مرزا نظام الدین صاحب کی مسرت اور خوشی کی حد نہ رہنا ایک قدرتی بات تھی۔ اس خط میں حضرت صاحب نے انکو لکھا تھا کہ میرے علم کے بغیر ایسا ہوا ہے اور میں نے آئندہ کے لئے کہدیا ہے کہ وہ کبھی جاری نہ کرائی جاوے۔ اور ہر طرح کی تسلی و تشفی کی تھی +

امر واقعہ کے طور پر مجھے یہ لکھنا پڑتا ہے کہ سلسلہ کی ابتدائی زندگی میں مرزا نظام الدین صاحب اور اُن کے زیر اثر لوگوں کی وجہ سے ہماری جماعت کو ایسی تکالیف پہنچ چکی تھیں کہ اگر کوئی دنیادار ان کے مقابلہ میں ہوتا تو اُن کی تکلیف اور ایذا رسانی کے لئے جو چاہتا کرتا مگر نہیں جب آپ کو موقع ملا اور ان پر ایک اقتدار حاصل ہوا تو آپ نے اسی طرح

لا تثریب علیکم الیوم

کہدیا جس طرح پر سید الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا۔ مرزا نظام الدین صاحب کی زندگی میں کئی واقعات کا مجھے علم ہے کہ جب مسیح موعود علیہ السلام کو موقعہ ملا تو آپ نے احسان اور صلہ رحیمی کی شان کا نمونہ دکھایا۔ دشمنوں سے سلوک کی ایک مثال کا ہیں اور ذکر کرونگا اور بس +

قادیان میں سلسلہ کی ابتدائی زندگی کے ایام میں ہماری جماعت کے لوگوں کو مکانات کے متعلق سخت تکالیف ہوتی تھیں اور بعض اوقات یہاں تک نوبت پہنچی کہ قادیان کے ظالم اور ناخدا ترس زمینداروں نے ہمارے مہمانوں کے دامنوں میں پاخانہ تک ڈلوا دیا۔ ان مظالم کی داستان نہایت دردانگیز اور خونی داستان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اپنے موقعہ پر درج ہو جائے گی +

سید احمد نور جو حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہید رضی اللہ عنہ کے مخلص اور سر بکف جان نثاروں میں سے ہیں اور جو عرصہ از سے ہجرت کر کے قادیان میں آگئے ہیں اُنہوں نے ڈھاب میں مٹی ڈالکر اپنا مکان بنانا چاہا۔ قادیان کے وہ شورہ پشت جو ہر ایسے موقعہ پر فساد کرنے اور تکلیف دینے کو آمادہ رہتے تھے لٹھ لیکر آپہنچے اور مقابلہ ہو گیا۔ سید احمد نور اور اس کے بعض افغان رفقا نے بھی مقابلہ کیا۔ سید احمد نور اور ایک برہمن زخمی ہو گئے +

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اطلاع ہوئی۔ آپ نے اس کو ناپسند فرمایا اور خاکسار کو اور مفتی فضل رحمن کو مامور فرمایا کہ جس طرح ہو سکے اس معاملہ کو یہیں ختم کر دو۔ اور سید احمد نور کو بلا کر ایسے مقابلہ سے منع کیا اور یہ عہد لیا کہ آیندہ اگر تم ایسا کرو گے تو میں نکال دونگا +

مجھکو یہ بھی فرمایا کہ پچاس روپیہ تک دیکر بھی انکو راضی کرلو وہ اپنا علاج وغیرہ کر لیں +

مینے اور مفتی صاحب نے قادیان کے سربرآوردہ ہندوؤں میں سے کسی کو باقی نہ رہنے دیا جسکو اس معاملہ کا نشیب و فراز نہ سمجھایا ہو لیکن عجیب بات ہے کہ میرے سامنے وہ اس سے اتفاق کرلیں کہ مقدمہ نہ ہو مگر ساتھ ہی اس زخمی برہمن کو عدالت میں جاکر مقدمہ کرنے کی ترغیب دیں آخر میں مجبور ہو کر حضرت کے پاس آیا اور عرض کی کہ حضور وہ تو مانتے نہیں مجھکو کہتے ہیں صلح بہت اچھی ہے اور فریق ثانی کو اکساتے ہیں حضرت اگر اجازت دیدیں تو پھر ہم بھی چارہ جوئی کرلیں۔ آخر آپ نے کرہاً اس کی اجازت دی اور اسکا نتیجہ شام تک نکل آیا کہ ڈیڑھ درجن کے قریب ملزم

پولیس نے گرفتار کرلئے اور انکا چالان کیا گیا۔ فریق ثانی حضرت حکیم الامتہ جیسے عظیم الشان اور ہمہ کرم و احسان انسان کو بھی ملزموں میں رکھا خدا کی قدرت وہ مقدمہ جو ہمارے خلاف تھا خارج ہوگیا اور پولیس نے ہمارے دشمنوں کا جو چالان کیا تھا اسمیں

انپر فرد قرار داد جرم لگ گئی اور مقدمہ کی پوری تکمیل ہوگئی۔ اور صرف حکم سنانا باقی تھا کہ **یہ لوگ حضرت کے حضور پہنچے اور معافی چاہی۔**

میں دیکھتا تھا کہ حضرت نے اس حالت میں اتنا بھی تو پسند نہ کیا کہ ان کو انکی اس حرکت پر سرزنش کریں یا یہ فرمائیں کہ میں نے تو پہلے ہی چاہا تھا کہ مقدمات نہ ہوں مگر نہیں اشارتاً کنایتاً بھی اس کو یاد دلانے کے بغیر فرمایا

جاکر عدالت کو کہدو کہ ہم نے مقدمہ چھوڑ دیا

عرض کیا گیا کہ حضور اب تو کوئی موقعہ نہیں ہمارا اختیار نہیں پولیس نے چالان کیا ہے سرکار مدعی ہے جرم ثابت ہو چکا ہے صرف حکم سنانا باقی ہے مگر آپ نے یہی فرمایا کہ

ہمکو اس سے کچھ غرض نہیں ہم نے چھوڑ دیا

چنانچہ میں گورداسپور گیا اور عدالت سردار غلام حیدر خان صاحب میں جاکر اصل واقعہ عرض کردیا۔ پولیس جس کے ملزم چھوٹ جانے والے ہوں اس کے دل پر جو گذرتی ہے وہ ظاہر ہے۔ سردار صاحب نے کہا کہ اب آپ لوگوں کا کیا اختیار ہے۔ سرکار مدعی ہے اور آج میں نے تو فیصلہ سنا دینا ہے میں نے کہا کہ آپ کا جو اختیار ہے آپ کریں۔ **ہمکو یہی حکم ہے اور وہ آپ تک پہنچا دیا**۔

خدا جانے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فعل اور ان کلمات میں کیا اثر تھا کہ مرزا صاحب متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور کہا **جب حضرت مرزا صاحب چھوڑتے ہیں تو میں بھی چھوڑ دیتا ہوں**۔ ملزموں کو بلا کر سمجھایا اور کہا کہ میں نے آج سزائیں دینی تھیں مرزا صاحب کا رحم ہے کہ وہ **چھوڑتے ہیں**+

اس موقعہ پر دشمن کو اس طرح پر چھوڑ دینے کی مثال نہیں ملیگی یہ تھا آپ کا سلوک اپنے دشمنوں سے اور اسی لئے وہ کہتا ہے

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خصلت کیلئے میں بہت سے واقعات پیش کرسکتا ہوں مگر یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں مختصر یہ کہ آپ اپنے جانی دشمنوں کو بھی ہمیشہ معاف کرنیکے لئے تیار رہتے تھے اور جو سلوک بھی آپ کرسکتے تھے اس سے کبھی مضایقہ نہیں کرتے تھے میں نے دیکھا ہے کہ سید احمد نور کے مقدمہ میں ایک شخص جسکو ابتداً مصالحت کیلئے میں نے کہا تھا اور اسی نے فریق ثانی کو بھڑکایا تھا۔ اسکے گھر میں ایک مریضہ کیلئے مشک کی ضرورت ہوئی تو باوجودیکہ مقدمہ دائر تھا اور وہ سخت مخالفت کررہا تھا لیکن مریضہ کیلئے جب وہ مشک لینے کیلئے گیا تو آپ نے نہایت قیمتی مشک ایک معقول تم کا مفت دیدیا۔ آپکی عفو و درگذر کی خوبیں کے دشمن بھی معترف تھے۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام رحم اور عفو کے فرشتے تھے اور دشمنوں کے ساتھ آپکا سلوک فی الحقیقت اسی رنگ کا تھا کہ **اپنے دشمنوں سے پیار کرو**+

درخواست دعا

احباب جناب خانصاحب محمد نواب خان صاحب ثاقب مالیر کوٹلوی کے نام سے خوب واقف ہیں خان صاحب کچھ عرصہ سے بعارضہ **بخار بیمار ہیں۔ احباب خلوص دل سے خانصاحب کی بحالی صحت کیلئے دعا کریں**۔ خانصاحب کا کلام نہایت موثر اور شاعرانہ خوبیوں کا ایک قیمتی نمونہ ہوتا ہے سلسلہ کی خدمت کیلئے کئی نظمیں انہوں نے لکھی ہیں۔ انکی صحت اجازت دیتی تو وہ اس نمبر کیلئے بھی ایک لطیف نظم لکھنے کیلئے تیار تھے۔ میرے عزیز ہمعصر الفضل کے اسسٹنٹ ایڈیٹر محمد خان صاحب جو خانصاحب کے ہمشیرہ زادہ ہیں وہ بھی احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و بعثت احمد علیہ السلام

(از عالی جناب مولوی ابو الحمید آزاد حیدر آبادی)

قبلہ مولوی ابو الحمید صاحب **آزاد** حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلصین اولین سابقین میں سے ہیں اور جماعت حیدر آباد کے ایک معزز رکن ہیں۔ پہلے پلیڈر تھے بعد میں سرکاری ملازمت میں عہدہ نظامت اور مجسٹریٹی پر فائز ہوئے۔ اور اب تک اسی عہدہ پر ممتاز ہیں خدا تعالیٰ نے اُنہیں ایک ذوقِ سلیم اور **معرفت** عطا فرمائی ہے مہدی نمبر کے لئے آپ نے ذیل کی نظم ارسال فرمائی ہے جس کو **شکر گذاری** کے ساتھ درج کیا جاتا ہے

ایڈیٹر

اے شہِ کون و مکان ناسخ توریت و زبور
مظہرِ ذاتِ خدا رحمتِ حق آیۂ نور

کفر و عصیاں کی ضلالت سے جہاں تھا معمور
ذاتِ اقدس کی بدولت ہوئے یکلخت وہ دور

اے شہِ ہر دو سرا صاحبِ لولاک لما
شافعِ خلقِ خدا روزِ جزا یوم نشور

وجہ پیدائشِ کونین ہوئی آپ کی ذات
ورنہ تخلیق یہہ اللہ کو کب تھی منظور

ہادیٔ راہِ ہدیٰ فخرِ رسل ختم رسل
ماحیٔ کفر و ضلل حامد و محمود و غفور

ہمہ تن خلق ہے خلقِ خدا آپ کی ذات
نورِ حق ہے قدِ آدم یہ سراپائے حضور

فرق وہ فرق مبارک جو کسی کے آگے
نہ خمیدہ ہوا جز بارگہِ ربِ غفور

سورۃ اللیل کی تفسیر ہیں وہ گیسوئے پاک
لوحِ پیشانیٔ انور ہے کہ ہے سورۂ نور

نون والصاد کے آیات ہیں بیت ابرو
مصحفِ ناطقِ حق عارضِ پُر نورِ حضور

چشم وہ چشم کہ ہے جلوۂ حق اس میں نظر
نشۂ بادۂ توحید کے سرمستِ سرور

گوش وہ گوش ہیں جو وحیِ خدا سُنتے ہیں
حق کے سُننے کو ازل ہی سے ہوئی ہیں مامور

نہیں بینیٔ مبارک یہہ ہے شمعِ توحید
سامنے جس کے پشیمان و مجل لمعۂ طور

پرتوِ بینی ہیں گنجینۂ انوارِ خدا
مہ و خورشید کریں کسبِ ضیائے موفور

لبِ جان بخش ہیں کشافِ رموزِ کونین
دُرِ دندان میں ستاروں سے زیادہ ہے نور

بارک اللہ وہ زبان گنجِ معارف کی کلید
کہ دلِ اہلِ جہاں فیض سے جس کے معمور

ریشِ انور کی پھبن چہرۂ نورانی پر
یہی کہتی ہے پڑھو نور علیٰ نورِ ضرور

گردن ایسی ہے کہ ہے ربقِ رضا و تسلیم
سینہ ہے مخزنِ اسرارِ خدا صدرِ صدور

اُنگلیاں وہ کہ کریں عقدِ انامل کا شمار
اس طرح شاغلِ اذکارِ خداوندِ غفور

اُن کے اوصاف میں ہے ایک کا یہ ادنیٰ وصف
چاند دو ٹکڑے دکھائی دیا نزدیک و دُور

ناخنِ شاہِ اُمم عقدہ کشائے عالم

یہہ اسی کام کے ہیں ۔ ان کا یہی ہے دستور
شکم صاف نہیں نور کا دریا کہئے
ہے کمر موج نہیں بال برابر بھی قصور
ایسی موجود کہ باندھی ہے شیوع دیں پر
ایسی معدوم کہ پٹکے کا نکلنا مشہور
پُشت وہ مہر نبوت سے جسے قوت ہے
معجزہ جسکا ہے زاری ستونِ مہجور
پائے حضرت سے ہوں ہمپایہ اگر پایۂ عرش
تو یہ ممکن نہیں ۔ ہے اُنکے سبب اُنکا ظہور
خاکِ پا میں وہ اثر ہے جو بنے سرمۂ چشم
بات کی بات میں ہو دیدۂ بے نور میں نور
تن اطہر وہ معطر کہ یہ کہتا ہے مشام
ہے خطا مشک میں کافور کی خوشبو کافور
کس کی طاقت ہے کرے جو شہ والا کی ثنا
مدح خواں آپ کا ہے آپ ہی جب رب غفور
ہو الاول ہو الآخر کا کھلا یہہ عقدہ
خلق میں آپ مقدم ہیں موخر بظہور
شاہِ امی وہ معلم ہو خدا خود جس کا
جس کا دستور ہو جبریل امیں سا دستور
شاہ وہ شاہ ابوبکر ہوئے جس کے خلیل
جانشینی بلافصل تھی جن کی منظور
شاہ وہ شاہ کہ فاروق بنے جسکے دبیر
ملکِ اسلام کی مضبوط ہوئے جنسے ثغور
شاہ وہ شاہ کہ عثمان غنی جس کے مشیر
جس کی عفت کی قسم کھائی خداوند غیور
شاہ وہ شاہ علی جس کے انیس و مونس
جس کی آخر میں خلافت تھی خدا کو منظور

پانچوں مل کر یہ ہوئے پنجتن پاک اکذات
کہ درود ان پہ پڑھے حضرت ستار و غیور
اَے شہنشاہ عرب ہاشمی و مطلبی
وقتِ امداد ہے امت میں پڑا آ کے فتور
طلبِ جیفۂ دنیا میں پھنسی ہے ذرات
اس سے اسلام جدا ہے تو وہ اسلام سے دور
نہ غرض اس کو فقہ سے نہ احادیث سے کام
آہ قرآن سے کس درجہ ہوئی ہے مہجور
سست تعمیل اوامر میں نواہی میں چست
عار سنت سے بھی ہے اور فرائض سے نفور
اس میں تقوی ہے نہ قایم نہ طہارت باقی
ہمہ تن جرم سراپا ہوئی تصویر قصور
اب نہ وہ صدق مقال اسمیں نہ وہ کسب حلال
راست گوئی کی جگہ شیوا ہوا اُس کا زور
جب کہ افعال ذمیمہ ہوئے سب اسکو پسند
سارے اخلاق حسن ہو گئے اس سے کافور
نہ وہ عزت رہی اسکی نہ وہ ثروت باقی
دے کے اخلاق حسن مول لیا کبر و غرور
نکبتوں نے اسے جب چاروں طرف سے گھیرا
اسکی اصلاح پہ مائل ہوا غفار و غفور
یعنی کی بعثت مہدی و مسیح دوران
جس کی تصدیق میں ناطق ہیں فرامین حضور
امت خفتہ کو ہر طرح جگایا اُس نے
پھونک کر دہر میں انذار و بشارات کا صور
کان رکھکر نہ سنی قوم نے اسکی آواز
آنکھیں تھیں اور نہ دیکھا یہ نظر کا ہے قصور
ایسے تھوڑے ہیں جنھوں نے کہا اُسکو لبیک

کسی کی اوروں نے تکذیب میں انکی موفور

قوم تذلیل میں اسکی رہی کوشان دنرات

لیکن اللہ نے سب پر کیا اسکو منصور

حد سے جب بڑھ گئی شوخی و شرارت اسکی

مورد قہر الٰہی ہوئی قوم مقہور

ہوا طاعون ہوئے زلزلے طوفان آیا

سب وہ پورا ہوا جو اس نے کیا تھا مسطور

جی اٹھوں میں تن مردہ میں مرے جان آجائے

التجا ئے دلِ پرورد اگر ہو منظور

یا خدا صدقہ حبیب دوسرا کا اپنے

رحم اس امتِ مرحومہ پہ ای ربّ غفور

قوم کو کان دے وہ حق شنوا ہوں جس سے

آنکھ وہ آنکھ دے جس آنکھ سے دیکھے وہ یہ نور

عقل دے جس سے کرے وہ حق و باطل میں تمیز

دل وہ دے جو کہ سراسر ہو حقیقت گنجور

کر عطا ذہن رسا فکر رسا فہم رسا

جس سے پہچان لے وہ اپنا امام مامور

مقتدی ہو کے کرے حکم کی اسکے تعمیل

ہو کے منقاد خدا سے ہو مثاب و مامور

بخش دے بخش دے آزاد گنہ گار کو تو

کہ تیرا نام ہے غفار ذنوب اور غفور

"ابوالحمید آزاد"

اطلاع

الحکم کے نمبروں میں غلطی سے گذشتہ نمبر ۱۳ لکھا گیا حالانکہ وہ ۱۴ تھا۔ احباب درست کرلیں۔ (یعقوب علی)

میرے آقا کی تمام نصائح کا خلاصہ حضور کے الفاظ میں

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں

اول۔ یہ کہ خدا تعالےٰ کے حقوق کو یاد کرکے اسکی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا اسکی عظمت کو دل میں بٹھانا اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور اس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا اور اس کو واحد لاشریک جاننا اور اس کے لئے پاک زندگی رکھنا اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اس کا مرتبہ نہ دینا اور درحقیقت اسکو تمام روحوں اور جسموں کا پیدا کرنے والا اور مالک یقین کرنا +

دوم۔ یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی سے پیش آنا اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا اور کم سے یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا +

سوم۔ یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے تمکو کردیا ہے یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان اور مال کی محافظ ہے اسکی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور سے دور رہنا جو اسکو تشویش میں ڈالیں +

یہ اصول ثلاثہ ہیں جنکی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہیئے اور جنہیں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھانے چاہئیں +

حضرت اقدس کس قسم کے آدمی چاہتے تھے؟

(آپ کے الفاظ میں)

میری امیدیں ان غریبوں پر بہت ہیں جو نہ بی۔ اے بننا چاہتے ہیں۔ نہ ایم۔ اے بلکہ بقدر کفایت معاش دنیا اختیار کرتے ہیں اور انکے دلوں میں ہر دم یہ خلش ہے کہ کسی طرح ہم نیک انسان بنجائیں۔ اور خدا ہم سے راضی ہو۔ سو وہ ہدایت پانے سے بہت قریب ہیں۔ کیونکہ ان کے خیالات میں تفرقہ نہیں +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاد حبیب

از میر محمد اسمعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن
خلف اکبر میر ناصر نواب صاحب قبلہ

احمدی تو خدا کے فضل سے ہندوستان کے ہر گوشہ میں موجود ہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی ہیں مگر ان میں احمد کے دیکھنے والے اور نہ دیکھنے والے احمدیوں میں بھی ایک فرق ہے۔ دیکھنے والوں کے دل میں ایک سرور اور لذت اس کے دیدار و صحبت کی اب تک باقی ہے۔ نہ دیکھنے والے بارہا تاسف کرتے پائے گئے کہ ہائے ہم نے جلدی کیوں نہ کی اور کیوں نہ اس محبوب کا اصلی چہرہ اسکی زندگی میں دیکھ لیا۔ تصویر اور اصل میں بہت فرق ہے۔ اور وہ فرق بھی وہی جانتے ہیں جنہوں نے اصل کو دیکھا۔ میرا دل چاہتا کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حلیہ اور عادت پر کچھ تحریر کروں شاید ہمارے وہ دوست جنہوں نے اس ذات بابرکات کو نہیں دیکھا کچھ حظ اُٹھا دیں +

حلیہ مبارک

بجائے اس کے کہ میں آپ کا حلیہ بیان کروں اور ہر چیز پر خود کوئی نوٹ دوں یہ بہتر ہے کہ میں سرسری طور پر اُس کا ذکر کرتا جاؤں۔ اور نتیجہ پڑھنے والے کی اپنی رائے پر چھوڑ دوں آپ کے تمام حلیہ کا خلاصہ ایک فقرہ میں یہ ہو سکتا ہے کہ

"آپ مردانہ حسن کا اعلیٰ نمونہ تھے"

مگر یہ فقرہ بالکل نامکمل رہے گا اگر اس کے ساتھ دوسرا نہ ہو کہ

"یہ حُسن انسانی ایک روحانی چمک دمک اور انوار اپنے ساتھ لئے ہوئے تھا"

اور جس طرح آپ جمالی رنگ میں اس امت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اسی طرح آپ کا جمال بھی خدا کی قدرت کا نمونہ تھا۔ اور دیکھنے والے کے دل کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ آپکے چہرہ پر نورانیت کے ساتھ رعونت ہیبت اور استکبار نہ تھے بلکہ فروتنی خاکساری اور محبت کی آمیزش تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ میں بیان کرتا ہوں کہ جب حضرت اقدس چولہ صاحب کو دیکھنے ڈیرہ باوا نانک تشریف لے گئے تو وہاں پہنچکر ایک درخت کے نیچے سایہ میں کپڑا بچھا دیا گیا اور سب لوگ بیٹھ گئے۔ آس پاس کے دیہات اور خاص قصبہ کے لوگوں نے حضرت صاحب علیہ السلام کی آمد سنکر ملاقات اور مصافحہ کے لئے آنا شروع کیا +

اور جو شخص آتا مولوی سید محمد احسن صاحب کی طرف آتا اور اُنکو حضرت اقدس سمجھکر مصافحہ کر کے بیٹھ جاتا غرض کچھ دیر تک لوگوں پر یہ امر کھلا۔ جب تک خود مولوی صاحب موصوف نے اشارہ سے اور یہ کہکر لوگوں کو اودہر متوجہ نہ کیا کہ حضرت صاحب یہ ہیں" بعینہ ایسا واقعہ ہجرۃ کے وقت نبی کریم کو مدینہ میں پیش آیا تھا۔ وہاں بھی لوگ حضرت ابوبکر رضؓ کو رسول خدا سمجھکر مصافحہ کرتے رہے جب تک کہ اُنہوں نے آپ پر اپنی چادر سے سایہ کر کے لوگوں کو اُنکی غلطی سے آگاہ نہ کر دیا +

جسم اور قد

آپ کا جسم دُبلا نہ تھا۔ نہ آپ بہت موٹے تھے۔ البتہ آپ دوہرے جسم کے تھے قد متوسط تھا۔ اگرچہ ناپا نہیں گیا مگر اندازاً پانچ فٹ آٹھ انچ کے قریب ہوگا۔ کندھے اور چھاتی کشادہ اور آخر عمر تک سیدھے رہے نہ کمر جھکی نہ کندھے تمام جسم کے اعضا میں تناسب تھا یہ نہیں کہ ہاتھ بے حد لمبے ہوں یا ٹانگیں یا پیٹ اندازہ سے زیادہ نکلا ہوا ہو۔ غرض کسی قسم کی بدصورتی آپکے جسم میں نہ تھی جلد آپ کی متوسط درجہ کی تھی نہ سخت کھُردری اور نہ ایسی ملائم جیسی عورتوں کی ہوتی ہے۔ آپ کا جسم پلپلا اور نرم نہ تھا بلکہ مضبوط اور

جوانی کی سختی لئے ہوئے۔ آخر عمر میں آپؑ کی کھال کہیں سے بھی ڈھلی۔ نہ آپکے جسم پر جھریاں پڑیں +

آپ کا رنگ

رنگم چو گندم است و بمو فرق بین است
زاں ساں کہ آمدہ است در اخبار سرورم

آپ کا رنگ گندمی اور نہایت اعلیٰ درجہ کا گندمی تھا یعنی اس میں ایک نورانیت اور سرخی کی جھلک مارتی تھی۔ اور یہ جھلک جو آپکے چہرہ کے ساتھ وابستہ تھی عارضی نہ تھی بلکہ دائمی۔ کبھی کسی صدمہ رنج ابتلا مقدمات اور مصائب کے وقت آپ کا رنگ زرد ہوتے نہیں دیکھا گیا اور ہمیشہ چہرہ مبارک کندن کی طرح دمکتا رہتا تھا۔ کسی مصیبت اور تکلیف نے اس چمک کو دور نہیں کیا۔ علاوہ اس چمک اور نور کے آپ کے چہرہ پر ایک بشاشت اور تبسم ہمیشہ رہتا تھا۔ اور دیکھنے والے کہتے تھے کہ اگر یہ شخص مفتری ہے اور دل سے اپنے تئیں جھوٹا جانتا ہے تو اس کے چہرہ پر یہ بشاشت اور خوشی اور فتح اور طمانیت قلب کے آثار کیونکر ہو سکتے ہیں یہ نیک ظاہر کسی بد باطن کے ساتھ وابستہ نہیں رہ سکتا۔ اور ایمان کا نور بدکار کے چہرہ پر درخشندہ نہیں ہو سکتا

آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آگیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرہ پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں ہر طرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ اے خداوند ہمیں رسوا مت کریو۔ غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں۔ مگر یہ خدا کا شیر گھر سے نکلتا ہے ہنستا ہوا اور جماعت کے سربرآوردوں کو مسجد میں بلاتا ہے مسکراتا ہوا۔ اُدھر حاضرین کے دل بیٹھے جاتے ہیں۔ ادھر وہ کہہ رہا ہے کہ لو پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اطلع اللّٰہ علیٰ ھمہ وغمہ مجھے الہام ہوا۔ اس نے حق کی طرف رجوع کیا حق نے اس کی طرف رجوع کیا۔ کسی نے اسکی بات مانی اُس نے اپنی سُنا دی اور سننے والوں نے اس کے چہرہ کو دیکھکر یقین کیا۔ کہ یہ سچا ہے ہم کو غم کھا رہا ہے اور یہ بے فکر اور بے غم مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہا ہے اس طرح کہ گویا حق تعالیٰ نے آتھم کے معاملہ کا فیصلہ اسی کے اپنے ہاتھ میں دیدیا۔ اور پھر اس نے آتھم کا رجوع اور بیقراری دیکھکر خود اپنی طرف سے مہلت دیدی اور اب اس طرح سے خوش ہے جس طرح ایک پہلوان پھر محض اپنی دریا دلی سے خود ہی اسے چھوڑ دیتا ہے کہ جاؤ ہم تم پر رحم کرتے ہیں۔ ہم مرے کو مارنا اپنی ہتک سمجھتے ہیں +

لیکھرام کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ مخبروں نے فوراً اتہام لگانے شروع کئے۔ پولیس میں تلاشی کی درخواست کیگئی۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس یکایک تلاشی کے لئے آموجود ہوئے۔ لوگ الگ کر دیئے گئے اندر کے باہر باہر کے اندر نہیں جا سکتے۔ مخالفین کا یہ زور کہ ایک حرف بھی تحریر کا مشتبہ نکلے تو پکڑ لیں مگر آپؑ کا یہ عالم کہ وہی خوشی اور مسرت چہرہ پر ہے اور خود پولیس افسرونکو لیجا کر اپنے بستے اور کتابیں تحریریں اور خطوط اور کوٹھڑیاں دکھا رہے ہیں۔ کچھ خطوط اُنہوں نے مشکوک سمجھکر اپنے قبضہ میں بھی کر لیئے ہیں مگر یہاں وہی چہرہ ہے وہی مسکراہٹ۔ گویا نہ صرف بے گناہی بلکہ ایک فتح مبین ہے اور اتمام حجت کا موقعہ نزدیک آتا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے باہر جو لوگ بیٹھے ہیں ان کے چہروں کو دیکھو وہ ہر ایک کنسٹبل کو باہر نکلتے اور اندر جاتے دیکھ دیکھ کر سہمے جاتے ہیں۔ انکا رنگ فق ہے انکو یہ معلوم نہیں کہ اندر تو وہ جس کی آبرو کا انہیں فکر ہے خود افسروں کو بلا بلا کر اپنے بستے اور اپنی تحریریں دکھلا رہا ہے اور اس کے چہرہ پر ایک مسکراہٹ ایسی ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اب حقیقت پیش گوئی کی پورے طور سے کھلیگی اور میرا دامن ہر طرح کے آلائش اور سازش سے پاک ثابت ہوگا +

غرض یہی حالت تمام مقدمات۔ ابتلاؤں مصائب اور مباحثات میں رہی اور یہ وہ اطمینان قلب کا اعلیٰ اور اکمل

نمونہ تھا جسے دیکھکر بہت سی سعید روحیں ایمان لے آئی تھیں÷

آپ کے بال

سر کے بال نہایت سیدھے چکنے چمکدار اور نرم تھے۔ اور مہندی کے رنگ سے رنگین رہتے تھے۔ گھنے اور کثرت سے نہ تھے بلکہ کم کم۔ اور نہایت ملائم تھے۔ گردن تک لمبے تھے۔ آپ نہ سر منڈواتے تھے۔ نہ خشخاش یا اس کے قریب کترواتے تھے بلکہ اتنے لمبے رکھتے تھے جیسے عام طور پر پٹھے رکھے جاتے ہیں۔ سر میں تیل بھی ڈالتے تھے چنبیلی یا حنا وغیرہ کا۔ یہ عادت تھی کہ بال سوکھے نہ رکھتے تھے÷

ریش مبارک

اچھی گھنی تھی بال مضبوط موٹے اور چمکدار سیدھے اور نرم حنا سے سرخ رنگے ہوئے تھے۔ داڑھی کو لمبا چھوڑ کر حجامت کے وقت فاضل آپ کتروادیتے تھے یعنی بے ترتیب اور ناہموار نہ رکھتے تھے بلکہ سیدھی نیچے کو اور برابر رکھتے تھے۔ داڑھی میں بھی ہمیشہ تیل لگایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک پھنسی گال پر ہونے کی وجہ سے وہاں سے کچھ بال لوپے بھی کتروادئے تھے۔ اور وہ تبرک کے طور پر لوگوں کے پاس اب تک موجود ہیں۔ ریش مبارک یوں طرف چہرہ کے تھی اور بہت خوبصورت۔ نہ اتنی کم کہ چھدری اور صرف ٹھوڑی پر ہو نہ اتنی کہ آنکھوں تک بال پہنچیں÷

وسمہ مہندی

ابتدائی ایام میں آپ وسمہ اور مہندی لگایا کرتے تھے۔ پھر دماغی دورے بکثرت ہونے کی وجہ سے سر اور ریش مبارک پر آخر عمر تک مہندی ہی لگاتے رہے وسمہ ترک کر دیا تھا۔ البتہ کچھ روز انگریزی وسمہ بھی استعمال فرمایا۔ مگر پھر ترک کر دیا۔ آخری دنوں میں میر حامد شاہ صاحب نے ایک وسمہ تیار کر کے پیش کیا تھا وہ لگاتے تھے اس سے ریش مبارک میں سیاہی آگئی تھی مگر اس کے علاوہ ہمیشہ برسوں مہندی پر ہی اکتفا کی جو اکثر جمعہ کے جمعہ یا بعض اوقات اور دنوں میں بھی آپ نائی سے لگوایا کرتے تھے÷

ریش مبارک کی طرح مونچھوں کے بال بھی مضبوط اور اچھے موٹے اور چمکدار تھے آپ لبیں کترواتے تھے۔ مگر نہ اتنی کہ جو وہابیوں کی طرح مونڈی ہوئی معلوم ہوں۔ نہ اتنی لمبی کہ ہونٹ کے کنارے سے نیچی ہوں÷

جسم پر آپ کے بال صرف سامنے کی طرف تھے پشت پر نہ تھے اور بعض اوقات سینہ اور پیٹ کے بال آپ مونڈ دیا کرتے تھے۔ یا کتروادیتے تھے۔ پنڈلیوں پر بہت کم بال تھے۔ اور جو تھے وہ نرم اور چھوٹے۔ اس طرح ہاتھوں کے بھی÷

چہرہ مبارک

آپ کا کتابی یعنی معتدل لمبا تھا۔ اور حالانکہ عمر شریف ۷۰ اور ۸۰ کے درمیان تھی پھر بھی جھریوں کا نام ونشان نہ تھا۔ اور نہ متفکر اور غصہ ور طبیعت والوں کی طرح پیشانی پر شکن کے نشانات نمایاں تھے رنج۔ فکر۔ تردد یا غم کے آثار چہرہ پر دیکھنے کی بجائے زیارت کنندہ اکثر تبسم اور خوشی کے آثار ہی دیکھتا تھا÷

آپ کی آنکھوں کی سیاہی۔ سیاہی مائل شربتی رنگ کی تھی اور آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ مگر پپوٹے اس وضع کے تھے کہ سوائے اس وقت کے جب آپ انکو خاص طور پر کھولیں ہمیشہ قدرتی غض بصر کے رنگ میں رہتی تھیں بلکہ جب مخاطب ہو کر بھی کلام فرماتے تھے تو آنکھیں نیچی ہی رہتی تھیں اسی طرح جب مردانہ مجالس میں بھی تشریف لیجاتے تو بھی اکثر ہر وقت نظر نیچی ہی رہتی تھیں۔ گھر میں بھی بیٹھتے تو اکثر آپ کو یہ نہ معلوم ہوتا کہ اس مکان میں اور کون کون بیٹھا ہے۔ اس جگہ یہ بات بھی بیان کے قابل ہے کہ آپ نے کبھی عینک نہیں لگائی اور آپ کی آنکھیں کام کرنے سے کبھی نہ تھکتی تھیں۔ خدا تعالیٰ کا آپ کے ساتھ حفاظت عین کا ایک وعدہ تھا جس کے ماتحت آپ کی چشمان مبارک آخر وقت تک بیماری اور تکان سے محفوظ رہیں۔ البتہ پہلی رات کا ہلال آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں نظر نہیں آتا۔ ناک حضرت اقدس کی نہایت خوبصورت

اور ... اوالتھی پتلی۔ سیدھی۔ اونچی اور موزون نہ پھیلی ہوئی تھی اور ... کان آنحضور کے متوسط یا متوسط سے ذرا بڑے ... بہت بڑھے ہوئے نہ بالکل سر کے ساتھ لگے ہوئے تھی آم کی قاش کی طرح اوپر سے بڑے نیچے سے چھوٹے۔ قوت شنوائی آپ کی آخر وقت تک عمدہ اور خدا کے فضل سے برقرار رہی +

رخسار مبارک آپکے نہ پچکے ہوئے اندر کو تھے نہ اتنے موٹے کہ بہت باہر کو نکل آویں نہ رخساروں کی ہڈیاں ابھی ہوئی تھیں۔ بھنویں آپ کی الگ الگ تھیں پیوستہ ابرو نہ تھے +

پیشانی اور سر مبارک

پیشانی مبارک آپ کی سیدھی اور بلند چوڑی تھی۔ اور نہایت درجہ کی فراست اور ذہانت آپکے جبین سے ٹپکتی تھی۔ علم قیافہ کے مطابق ایسی پیشانی بہترین نمونہ اعلیٰ صفات اور اخلاق کا ہے یعنی جو سیدھی ہو نہ آگے نکلی ہوئی نہ آگے کو نکلی ہوئی نہ پیچھے کو دھسی ہوئی۔ اور بلند ہو یعنی اونچی اور کشادہ ہو اور جو چوڑی ہو بعض پیشانیاں گو اونچی ہوں۔ مگر چوڑان ماتھے کی تنگ ہوتی ہے۔ آپ میں یہ تینوں خوبیاں جمع تھیں۔ اور پھر یہ خوبی کہ چین جبیں بہت کم پڑتی تھی سر آپ کا بڑا تھا۔ اور علم قیافہ کی رو سے ہر سمت سے پورا تھا۔ یعنی لمبا بھی تھا۔ چوڑا بھی تھا۔ اونچا اور سطح اوپر کی۔ اکثر حصہ ہموار اور پیچھے سے بھی گولائی درست تھی۔ سرحدی لوگوں کے سر کی طرح پیچھے سے پچکا ہوا نہ تھا۔ آپ کی کنپٹی کشادہ تھی اور آپ کی کمال عقل پر دلالت کرتی تھی +

لب مبارک

آپ کے پتلے نہ تھے۔ مگر تاہم ایسے موٹے بھی نہ تھے کہ برے لگیں دہانہ آپ کا متوسط تھا۔ اور جب بات نہ کرتے ہوں تو منہ کھلا نہ رہتا تھا جیسے بعض آدمیوں کی عادت ہے بعض اوقات مجلس میں جب خاموش بیٹھے ہوں تو آپ عمامہ کے شملہ سے دہان مبارک ڈھک لیا کرتے تھے۔ دندان مبارک آپ کے آخر عمر میں کچھ خراب ہوگئے تھے یعنی کیڑا بعض داڑھوں کو لگ گیا تھا جس سے کبھی کبھی تکلیف ہو جاتی تھی چنانچہ ایک دفعہ ایک داڑھ کا سرا ایسا نوکدار ہو گیا تھا کہ اس سے زبان میں زخم پڑ گیا تھا تو ریتی کے ساتھ اسکو گھسوا کر برابر بھی کرایا تھا۔ مگر کبھی کوئی دانت نکلوایا نہیں مسواک آپ اکثر فرمایا کرتے تھے +

پیر کی ایڑیاں آپکی بعض دفعہ گرمیوں کے موسم میں پھٹ جایا کرتی تھیں +

اگرچہ گرم کپڑے سردی گرمی برابر پہنتے تھے۔ تاہم گرمیوں میں پسینہ بھی خوب آجاتا تھا۔ مگر آپکے پسینہ میں کبھی بو نہیں آئی تھی خواہ کتنے ہی دن کے بعد کرتا بدلیں۔ اور کیسا ہی موسم ہو +

گردن مبارک

آپ کی متوسط لمبائی اور موٹائی میں تھی آپ اپنے مطاع نبی کریم صلعم کی طرح انکے اتباع میں ایک حد تک جسمانی زینت کا خیال ضرور رکھتے تھے غسل جمعہ۔ حجامت۔ حنا۔ مسواک۔ روغن اور خوشبو۔ کنگھی اور آئینہ کا استعمال برابر مسنون طریق سے آپ فرمایا کرتے تھے۔ مگر بانکے یا بنے ٹھنے رہنا آپ کی شان سے بہت دور تھا +

لباس

سب سے اول یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ آپکو کسی خاص قسم کے خاص لباس کا شوق نہ تھا آخری ایام کے کچھ سالوں میں آپکے پاس کپڑے سادے اور سلے سلائے بہت آتے تھے۔ خاصکر کوٹ صدری اور پاجامہ قمیص وغیرہ جو اکثر شیخ رحمت اللہ صاحب ہر عید بقر عید کے موقعہ پر اپنے ہمراہ نذر لاتے تھے وہی آپ استعمال فرمایا کرتے تھے مگر علاوہ انکے کبھی کبھی خود بھی بنوا لیا کرتے تھے۔ عمامہ تو اکثر خود ہی خرید کر باندھتے تھے جس طرح کپڑے بنتے تھے اور استعمال